ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جولائی ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

"ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں"!

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں۔

"وہ جو **عرب** کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دُنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دُعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔"

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ ص ۱۰۔۱۱)

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

وفا ۱۳۷۶ ہش

جولائی - ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت : دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

اداریہ ص۲

امام الکلام ص۴

کلام الامام ص۵

عربی منظوم کلام ص۶

فارسی منظوم کلام ص۷

سیرت طیبہ -

ایمان افروز اور روح پرور روایات ص۸

ع مبارک وہ جواب ایمان لایا

حضرت صوفی احمد جان صاحب... ص۱۶

حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ ص۳۲

نتیجہ امتحان سہ ماہی اول ص۴۱

جلد نمبر ۳۸ —— شمارہ نمبر ۷

شرح چندہ

پاکستان :- ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ :- چھ روپے

اداریہ

دعوتِ الی اللہ ۔ اور انصار اللہ

دعوتِ الی اللہ ایک نہایت ہی اہم اور مقدس فرض ہے جس کے نتیجہ میں ایک الٰہی سلسلہ کی بقا اور اس کی مضبوطی کا دارومدار ہے۔ مزید براں ایک صالح اور پاک معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ یہ امر بھی نہایت واضح ہے کہ آج انہی مقاصد کے لئے یہ مقدس فرض جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے جس کا حکم نہایت شدت سے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ اور آپ کے متبعین کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور انہیں اس کا حقیقی عبد بنائیں۔

آج دنیا امن و سلامتی کی تلاش میں ہے وہ سکینت و اطمینان کی خواہاں ہے جو اسے دین حق کے سوا کہیں سے نہیں مل سکتا۔ اس لئے دین حق سے وابستہ ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ امن و سلامتی کے شہزادہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چل کر بنی نوع انسان کو محبت الٰہی کے چشمہ سے سیراب کرے یہی وہ ذمہ داری ہے جو بلا استثنیٰ ہر احمدی پر عائد ہوتی ہے۔ ہر احمدی خواہ کسی پیشہ یا طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو۔ بچہ ہو یا جوان۔ عورت ہو یا مرد مسافر ہو یا مقیم۔ غریب ہو یا امیر یہاں تک کہ بیمار جو بستر پر لیٹا ہوا ہے اس کا اوّلین فرض ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف بلائے اور بھولے بھٹکے انسانوں کو اندھیروں اور تاریکیوں سے نکال کر آسمانی ہدایت اور نور سے منور کرے اس کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کرے ایک غیر معمولی تڑپ اور جذبہ سے سرشار تدبیر اور دُعا کو اس کی انتہا تک پہنچائے۔

دعوت الی اللہ کے کام میں دُعا کو بڑی اہمیت حاصل ہے دُعا ایک مؤثر ہتھیار ہے اس میں بڑی تاثیرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے بہت قریب ہے وہ پکارنے والے ہاتھ کو خالی نہیں لوٹاتا۔ ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ رَجُلٌ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا۔ (ترمذی)

کہ تمہارا پروردگار "حَيِيٌّ كَرِيمٌ" ہے وہ حیا کرتا ہے اپنے بندے سے کہ بندہ جب اس کی طرف اپنے ہاتھ بلند کرے تو وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے۔

حضرت اقدس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے انسانیت کی ہدایت اور فلاح کے لئے آپ کے دل میں کس قدر درد تڑپ اور جوش تھا اور آپ کی درد بھری دعاؤں سے ہی ایک انقلاب برپا ہوا تھا اور یہی وہ مؤثر ذریعہ ہے جسے ہر داعی الی اللہ اختیار کرکے فلاح کی راہ پا سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کی تاثیرات اور حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"..... دعاؤں میں بلاشبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دُعاؤں سے اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دُعاؤں سے اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دُعاؤں سے۔ مگر دُعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے"

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۳۴)

نیز فرمایا :۔

"غرض پاک صاف ہونے کے لئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک گریہ زاری بھی ضروری ہے اور نومیدمت ہو اور یہ خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبت الٰہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک ایسی قوت توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بجھا سکتی ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ ایک پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا"

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۳-۳۴)

پھر دُعا کی قبولیت کے ذکر میں فرمایا :۔

"جب تو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں ..... ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔"

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱)

دعوت الی اللہ کے لئے ہر احمدی دُعا کے اس پُر تاثیر ہتھیار سے فلاح و کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور یہی کارگر نسخہ ہے۔ ہمارے انصار بھائی اس کے اوّلین مخاطب ہیں کہ وہ اپنے ذوق و شوق جذبہ محبت حُسنِ اخلاق و کردار اور نیم شبی دُعاؤں سے دعوتِ الی اللہ کے لئے جدوجہد کریں تا کہ دنیا میں ایک حسین اور پاکیزہ انقلاب ظہور پذیر ہو۔ آمین ؛

امام الکلام

"خدا تعالیٰ کی محبت"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"..... یہ تو ہر ایک قوم کا دعویٰ ہے کہ بہتیرے ہم میں ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں مگر ثبوت طلب یہ بات ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے یا نہیں - اور خدا تعالیٰ کی محبت یہ ہے کہ پہلے تو اُن کے دلوں پر سے پردہ اُٹھاوے جس پردہ کی وجہ اچھی طرح انسان خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا - اور ایک دُھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے - بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے - اور یہ پردہ اُٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا - پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اسی دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے انا الموجود کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے - تب انسان کی معرفت صرف اپنے قیاسی ڈھکوسلے یا محض منقولی خیالات تک محدود نہیں رہتی بلکہ خدا تعالیٰ سے ایسا قریب ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو دیکھتا ہے اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ خدا تعالیٰ پر کامل ایمان اسی دن انسان کو نصیب ہوتا ہے کہ جب اللہ جلّشانہٗ اپنے وجود سے آپ خبر دیتا ہے - اور پھر دوسری علامت خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ ہے کہ اپنے پیارے بندوں کو صرف اپنے وجود کی خبر ہی نہیں دیتا بلکہ اپنی رحمت اور فضل کے آثار بھی خالص طور پر اُن پر ظاہر کرتا ہے اور وہ اس طرح پر کہ اُن کی دعائیں جو ظاہری اُمیدوں سے زیادہ ہوں قبول فرما کر اپنے الہام اور کلام کے ذریعہ سے اُن کو اطلاع دے دیتا ہے تب اُن کے دل تسلّی پکڑ جاتے ہیں کہ یہ ہمارا قادر خُدا ہے جو ہماری دعائیں سُنتا اور ہم کو اطلاع دیتا اور مشکلات سے ہمیں نجات بخشتا ہے - اسی روز سے نجات کا مسئلہ بھی سمجھ آتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کا بھی پتہ لگتا ہے - اگرچہ جگانے اور متنبہ کرنے کیلئے کبھی کبھی غیروں کو بھی سچی خواب آسکتی ہے مگر اس طریق کا مرتبہ اور شان اور رنگ اور ہے - یہ خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہے جو خاص مقربوں سے ہی ہوتا ہے اور جب مقرّب انسان دُعا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنی خدائی کے جلال کے ساتھ اس پر تجلّی فرماتا ہے اور اپنی روح اس پر نازل کرتا ہے اور اپنی محبت سے بھرے ہوئے لفظوں کے ساتھ اس کو قبولِ دُعا کی بشارت دیتا ہے اور جس کسی سے یہ مکالمہ کثرت سے وقوع میں آتا ہے - اس کو نبی یا محدّث کہتے ہیں - اور سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ اس مذہب کی تعلیم سے ایسے راستباز پیدا ہوتے رہیں جو محدّث کے مرتبہ تک پہنچ جائیں جن سے خدا تعالیٰ آمنے سامنے کلام کرے ....." (روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۲-۲۴)

کلام الامام

دُعا مذہب کی رُوح ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۔۔۔۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۶ء میں فرماتے ہیں :۔

" مذہب کی جان اور خلاصہ اور اس کی رُوح اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف دُعا ہے ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی کسی زمانہ میں قائم ہوا اور ہر ایک وحی جو کسی زمانہ میں کسی گوشہ میں نازل ہوئی ۔ اس میں دُعا کی تعلیم دی گئی ہے اور خصوصیت سے اس پر زور دیا گیا ہے اس زمانہ میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گفتگو کو آپ کی تقریروں کو آپ کی تحریروں کو غرض آپ کے جس کام کو بھی ہم دیکھیں تو آپ مجسّم دُعا نظر آتے ہیں ۔ ان کی تحریریں دُعا ہیں ان کا عمل دُعا ہے ان کا ہر ایک کام دُعا ہے ۔

۔۔۔۔ کسی مذہب اور کسی تعلیم سے دُعا کو نکال ڈالیں تو وہ مُردہ چیز ہے کیونکہ زندگی تو زندہ شخص کے آثار سے اور اسکے کاموں سے نظر آتی ہے ۔ کسی چیز میں محض خوبصورتی کا پایا جانا زندگی پر دلالت نہیں کرتا ۔ زندگی تو کاموں سے نظر آتی ہے اور کوئی کام ایک زندہ چیز ہی دے سکتی ہے ۔۔۔۔ کوئی تعلیم خوبصورت بھی ہو لیکن اس میں دُعا کی تعلیم نہ ہو تو وہ مُردہ ہے کیونکہ اس میں زندگی کے آثار نہیں اس میں وہ چیز نہیں کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں اور وہ صرف دُعا ہے کہ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے افعال ظاہر ہوتے ہیں ۔ اسلئے ایک شخص خواہ کتنا ہی اعلیٰ درجہ کا لیکچر دے لیکن اگر اس کے ساتھ اسکی دُعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت نہیں تو وہ لیکچر کیا اثر رکھتا ہے ۔ تو دُعا کو نکال کر مذہب کا کچھ نہیں رہتا ۔

پس جب تک کہ کسی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا رحم زندہ طور پر ہمارے شامل حال نہ ہو اس وقت تک وہ تعلیم زندہ نہیں کہلا سکتی ۔ زندہ مذہب وہی ہے کہ جس میں سب سے زیادہ زور دُعا پر ہو ۔

اور جو لوگ دُعا سے کام نہیں لیتے ان کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی قبرستان میں بیٹھ جائے ۔ کون ایسا شخص ہے جو زندوں کو چھوڑ کر مُردوں میں چلا جائے ۔ کیونکہ مُردہ عمل کے زمانہ سے گزر گیا ہے اور اس کی روح قبرستان میں نہیں وہ تو خُدا کے پاس ہے البتہ جسم قبرستان میں ہے اور وہ بغیر رُوح کے کچھ فائدہ نہیں دے سکتا ۔۔۔۔

انسان جب دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات ظاہر ہوتی ہیں اسکی نہاں در نہاں ہستی کو اپنے قریب پاتا ہے اور جب اسکی طاقتیں ظاہر ہوتی ہیں اس کا جلوہ نظر آتا ہے تو اس وقت پتے پتے میں زندگی نظر آتی ہے ۔"

(خطبات محمود جلد ۱۰ ص ۲۹۷-۲۹۸)

عربی منظوم کلام

وَلَسْتُ بِذِیْ عِلْمٍ وَلٰکِنْ اَعَانَنِیْ　　عَلِیْمٌ رَاٰنِیْ مُسْتَہَامًا فَاَیَّدَا

اور مَیں کوئی ظاہری عالم نہیں تھا پر مجھے مدد دی ہے خدائے علیم نے۔ اس نے مجھے سرگردان متلاشی دیکھا تو میری تائید کی

وَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ صَادِقٌ غَیْرُ مُفْتَرٍ　　وَ اَیَّدَنِیْ رَبِّیْ وَ مَا ضَاعَنِیْ سُدًی

اور اللہ کی قسم! مَیں سچا ہوں مفتری نہیں ہوں۔ اور میرے رب نے میری تائید کی اور مجھے یونہی ضائع نہیں کیا۔

وَمَا قُلْتُ اِلَّا مَا اُمِرْتُ بِوَحْیِہٖ　　وَمَا کَانَ ھَجْسٌ بَلْ سَمِعْتُ مُنَدِّدًا

اور مَیں نے وہی بات کہی جس کا مجھے خدا کی وحی سے حکم دیا گیا اور وہ کوئی ناقابلِ فہم دھیمی آواز نہ تھی بلکہ مَیں نے تو ایک پُرشوکت آواز سُنی ہے۔

وَھٰذَا عَلَی الْاِسْلَامِ اَدْھٰی مَصَائِبٍ　　یُکَفَّرُ مَنْ جَآءَ الْاَنَامَ مُجَدِّدًا

اور یہ اسلام پر شدید ترین مصیبت ہے کہ اُس کی تکفیر کی جاتی ہے جو مخلوق کے لئے مجدد بن ہو کر آیا

اَنَحْنُ نَفِرُّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَ دِیْنِہٖ　　وَیَبْدُوْ لَکُمْ اٰیَاتُنَا الْیَوْمَ اَوْ غَدًا

کیا ہم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے دین سے دُور بھاگ سکتے ہیں جب کہ تمہارے لئے آج یا کل ہمارے نشان ظاہر ہو جائیں گے۔

وَ وَاللّٰہِ لَوْلَا حُبُّ وَجْہِ مُحَمَّدٍ　　لَمَا کَانَ لِیْ حَوْلٌ لِاَمْدَحَ اَحْمَدَا

اور خدا کی قسم! اگر مجھے محمدؐ کے چہرے کی محبت نہ ہوتی تو مجھے کوئی طاقت نہ ہوتی کہ احمد کی مدح کر سکوں

وَ مَوْتِیْ بِسُبُلِ الْمُصْطَفٰی خَیْرُ مِیْتَۃٍ　　فَاِنْ نُلْتُھَا فَسَاُحْشَرَنْ بِالْمُقْتَدٰی

اور مصطفےٰ کی راہ میں میری موت بہترین موت ہے۔ اگر مَیں اس موت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو مَیں ضرور اپنے پیشوا کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا۔

سَاُدْخَلُ مِنْ عِشْقِیْ بِرَوْضَۃِ قَبْرِہٖ　　وَمَا تَعْلَمُ ھٰذَا السِّرَّ یَا تَارِکَ الْھُدٰی

مَیں اپنے عشق کی وجہ سے آپ کی قبر کے باغ میں داخل کیا جاؤں گا اور اے تارکِ ہدایت! تو اس راز کو نہیں جانتا۔

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۹۴-۹۵)

فارسی منظوم کلام

(نوٹ) حضرت صوفی احمد جان صاحب .... نے حضرت اقدسؑ کے دعاوی کی تصدیق کرتے ہوئے آپ کے جو اشعار اپنے اشتہار واجب الاظہار میں درج کئے ہیں ان میں سے چند اشعار دئے جا رہے ہیں

این ہمہ عاشقانِ آں یکتا ﴿ نور یابند از کلامِ خدا

یہ خدائے لاشریک کے سب عاشق خُدا کے کلام سے ہی نُور حاصل کرتے ہیں

گرچہ ہستند از جہاں پنہاں ﴿ بار گہہ گہہ ہمی شوند عیاں

اگرچہ عموماً دُنیا سے پوشیدہ ہیں ۔ تاہم کبھی کبھی ظاہر بھی ہو جاتے ہیں

ہمچوں خورشید و مہ بروں آیند ﴿ غیر را چہرہ نیز بنمایند

سورج اور چاند کی طرح باہر نکلتے ہیں ۔ اور غیروں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتے ہیں

بالخصوص آں زماں کہ بادِ خزاں ﴿ باغِ مہر و وفا کند ویراں

خاص اس وقت کہ موسم خزاں کی ہَوا محبت اور وفا کے باغ کو ویران کر دے

مے فرستد بخلق صاحبِ نُور ﴿ تا شود تیرگی ز نورش دُور

وہ مخلوق کی طرف ایک نورانی وجود بھیجتا ہے ۔ تا اُس کے نُور سے اندھیرا دُور ہو

ایں سعادت چوں بود قسمتِ ما ﴿ رفتہ رفتہ رسید نوبتِ ما

چونکہ یہ سعادت ہماری قسمت میں تھی ۔ اس لئے رفتہ رفتہ ہماری باری آگئی ۔

نعرہ ہا مے زنم بر آبِ زلال ﴿ ہمچو مادر دواں پئے اطفال

میں مصفّٰی پانی کے چشمہ پر کھڑا پکار رہا ہوں ۔ جس طرح ماں اپنے بچوں کے پیچھے دوڑتی ہے ۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۴۱-۳۴۲)

سیرت طیبہ

ایمان افروز اور روح پرور روایات

حضرت مسیح موعودؑ کے حسنِ معاشرت کا پاک نمونہ اور آپ کی تعلیم

مرتّبہ:۔ سمیع اللہ زاہد مربی سلسلہ احمدیہ

سیّدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہلی زندگی نہایت اعلیٰ درجہ کے حُسنِ معاشرت کا رنگ رکھتی ہے چنانچہ آپ نے بیویوں سے حُسنِ سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ کہ تم میں سے اچھا انسان وہ ہے جو اپنے اہل سے اچھا ہے اور میں اپنے اہل سے اچھا ہوں۔

آنحضرت ﷺ کی اس واضح تعلیم پر آپ کے عظیم عاشق صادق اور روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کا عمل تھا۔ اور آپ اپنے آقا کے رنگ میں رنگین تھے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں چند ایمان افروز روایات دی جا رہی ہیں۔

O

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی.... نے اپنی اہلیہ سے کچھ سختی کا سلوک فرمایا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔

"یہ طریق اچھا نہیں اس سے روک دیا جائے (.....) کے لیڈر عبدالکریم کو خُذُوا الرِّفْقَ الرِّفْقَ فَاِنَّ الرِّفْقَ رَاْسُ الْخَیْرَاتِ نرمی کرو نرمی کرو۔ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے۔"

حضور اپنے اس الہام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اس الہام میں تمام جماعت کے متعلق تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رِفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء آیت:۲۰) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور حدیث میں ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے

اچھا وہی ہے جو اپنی بیویوں سے اچھا ہے۔ روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کیلئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اسکو ایک گندے برتن کیطرح مت توڑو۔" (اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۸)

اسی طرح ایک اور شخص جو عجلت میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا تھا کے بارے میں حضرت اقدس نے فرمایا۔

"جو شخص اس قدر جلدی قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ہم کیسے امید رکھ سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اس کا پکا تعلق ہے۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۰۴)

O

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی بیگم کی وفات کے موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں تعزیت کے لئے جو خط لکھا اس میں میاں بیوی کے تعلقات کا جو نقشہ کھینچا وہ بیویوں سے حسن سلوک کی تعلیم کے فلسفہ کو جس رنگ میں بیان کرتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"درحقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں بھائی اور بہنیں بھی عزیز ہوتی ہیں لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے جس کے درمیان اسرار ہوتے ہیں۔ میاں بیوی ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہو جاتے ہیں۔ ان کو صدہا مرتبہ اتفاق ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی جگہ سوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کا عضو ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات ان میں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہو جاتی ہے اس محبت پہ باہم انس پکڑنے کے زمانہ کو یاد کرکے کون دل ہے جو پر آب نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ تعلق ہے جو چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے۔ اسی تعلق کا خدا نے بار بار ذکر کیا ہے کہ باہم محبت اور انس پکڑنے کا یہی تعلق ہے۔ بسا اوقات اس تعلق کی برکت سے، دنیوی تلخیاں فراموش ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس تعلق کے محتاج تھے۔ جب سرور کائنات ﷺ بہت ہی غمگین ہوتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتھ مارتے تھے اور فرماتے تھے کہ ارحنا یا عائشہ یعنی اے عائشہ ہمیں خوش کر کہ ہم اس وقت غمگین ہیں۔" (سیرت حضرت مسیح موعودؑ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۲۲۰۔۲۲۱)

O

استانی سکینۃ النساء صاحبہ اہلیہ حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب بیان کرتی ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ (حضرت اماں جان) فرماتی تھیں کہ میں پہلے پہل جب دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا

انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا۔ سو وہ بالکل راب سی بن گئی جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا۔ کہ یہ تو خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں حضرت صاحب آ گئے میرے چہرے کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا۔ کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے۔ پھر فرمایا نہیں یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاق کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسند ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے...... حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کہیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا۔"

(سیرت حضرت اماں جان حصہ اول صفحہ ۳۱۷)

O

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب..... فرماتے ہیں:۔

"جن دنوں امرتسر میں ڈپٹی آتھم سے مباحثہ تھا (مئی ۱۸۹۳ء) ایک رات خان محمد شاہ مرحوم کے مکان پر بڑا مجمع تھا۔ اطراف سے بہت سے دوست مباحثہ دیکھنے آئے ہوئے تھے۔ حضرت اس دن جس کی شام کا واقعہ میں بیان کرنا چاہتا ہوں معمولاً سردرد سے بیمار ہو گئے تھے۔ شام کو جب مشتاقان زیارت ہمہ تن چشم انتظار ہو رہے تھے تو حضرت مجمع میں تشریف لائے۔ منشی عبدالحق صاحب لاہوری پنشنر نے کمال محبت اور رسم دوستی کی بناء پر بیماری کی تکلیف کے متعلق پوچھنا شروع کیا اور کہا آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے آپکو چاہئے کہ جسم کی صحت.... کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز تیار ہونی چاہئے۔ حضرت نے فرمایا۔

"ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی ہے مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف ہوتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں۔"

اس پر ہمارے پرانے موحد خوش اخلاق طبع مولوی عبداللہ غزنوی صاحب کے مرید منشی عبدالحق صاحب فرماتے ہیں۔ اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے۔ میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے کے لئے خاص اہتمام کرتا ہوں اور ممکن ہے کہ میرا حکم کبھی ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام خاص میں کوئی سر مو فرق آ جائے۔ ورنہ ہم دوسری طرح خبر لے لیں۔ میں ایک طرف بیٹھا تھا منشی صاحب کی اس بات پر اس وقت خوش ہوا۔ اس لئے کہ یہ بات بظاہر میرے محبوب آقا کے حق میں تھی اور میں خود فرط محبت سے اس سوچ بچار میں رہتا تھا کہ معمولی غذا سے زیادہ عمدہ غذا آپ کے لئے ہونی چاہئے اور ایک دماغی محنت کرنے والے انسان کے حق میں لنگر کا معمولی کھانا بدل ما یتحلل نہیں ہو سکتا اس بناء پر میں نے منشی صاحب کو اپنا بڑا موید پایا اور بے سوچے سمجھے..... بوڑھے صوفی اور عبداللہ غزنوی کی صحبت کے تربیت یافتہ تجربہ

حضور کو بھی چاہئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔
کار کی تائید میں بول اٹھا کہ ہاں حضرت منشی صاحب درست فرماتے ہیں۔ حضور کو بھی چاہئے کہ درشتی سے یہ امر منوائیں۔ حضرت نے میری طرف دیکھا اور تبسم سے فرمایا "ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہئے" اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ذکی الحس آدمی اور ان دنوں تک عزت و بے عزتی کو دنیاداروں کی عرفی اصطلاح کے قالب میں ڈھالنے اور اپنے تئیں ہر بات میں کچھ سمجھنے اور ماننے والا! بس خدا ہی جانتا ہے کہ میں اس مجمع میں کس قدر شرمندہ ہوا اور مجھے سخت افسوس ہوا کہ کیوں میں نے ایک لمحے کے لئے بھی بوڑھے تجربہ کار نرم خو صوفی کی پیروی کی۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب صفحہ ۱۴-۱۶)

O

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب...... فرماتے ہیں۔

"عرصہ قریب پندرہ برس کے گزرتا ہے جب سے حضرت نے بار دیگر خدا تعالیٰ کے امر سے معاشرت کے بھاری اور نازک فرض کو اٹھایا ہے۔ اس اثناء میں کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہوئی ہو.............. اس بات کو اندرون خانہ کی خدمت گار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع کی زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں۔ بہت عمدہ طرح محسوس کرتی ہیں وہ تعجب سے دیکھتی ہیں اور زمانہ اور اپنے اور اپنے گردو پیش کے عام عرف اور برتاؤ کے بالکل برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور میں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ "مرجا بیوی دی گل بڑی من دا اے" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۷۶)

ایک دن خود حضرت صاحب فرماتے تھے کہ "فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ اور فرمایا "ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور درحقیقت یہ ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔" (ملفوظات جلد ا صفحہ ۳۰۷)

ایک دفعہ ایک دوست کی درشت مزاجی اور بد زبانی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔ حضرت اس بات سے بہت کشیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا "ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہئے...... میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دل آزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکلا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۲-۱۶)

O

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صاحب فرماتے ہیں:-

" ہندوستان میں ایک نامی گرامی سجادہ نشین ہیں۔ لاکھ سے زیادہ ان کے مرید ہیں اور خدا کے قرب کا انہیں دعویٰ بھی بڑا ہے۔ ان کے بہت ہی قریب متعلقین سے ایک نیک بخت عورت کو کچھ مدت سے حضرت کے اندرون خانہ میں رہنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ حضرت اقدس کا گھر میں فرشتوں کی طرح رہنا' نہ کسی سے نوک ٹوک' نہ چھیڑ چھاڑ۔ جو کچھ کہا گیا اس طرح مانتے ہیں جیسے ایک واجب الاطاعت مطاع کے امر سے انحراف نہیں کیا جاتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر وہ حیران ہو جاتیں اور بارہا تعجب سے کہہ چکی ہیں کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب کا حال تو سراسر اس کے خلاف ہے۔ وہ جب باہر سے زنانہ میں آتے ہیں ایک ہنگامہ رستخیز برپا ہو جاتا ہے۔ اس لڑکے کو گھور اس خادمہ سے خفا اس بچہ کو مار' بیوی سے تکرار ہو رہی ہے کہ نمک کھانے میں کیوں زیادہ یا کم ہو گیا۔ یہ برتن یہاں کیوں رکھا ہے اور وہ چیز وہاں کیوں دھری ہے۔ تم کیسی پھوہڑ بدمذاق اور بے سلیقہ عورت ہو اور کبھی جو کھانا طبع عالی کے حسب پسند نہ ہو تو آگے کے برتن کو دیوار سے پٹخ دیتے ہیں اور بس ایک کہرام گھر میں مچ جاتا ہے۔ عورتیں بلک بلک کر خدا سے دعا کرتی ہیں کہ شاہ صاحب باہر ہی رونق افروز رہیں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۱۸)

O

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... فرماتے ہیں:-

"کسی دیوار کے متعلق حضرت　(اماں جان)　.......... کی رائے تھی کہ یوں بنائی جائے اور مولوی عبدالکریم صاحب..... کی رائے اس کے خلاف تھی۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت اقدس سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے لڑکوں کی بشارت دی اور وہ اس بی بی کے بطن سے پیدا ہوئے اس لئے میں اسے شعائر اللہ سمجھ کر اس کی خاطر داری رکھتا ہوں اور جو وہ کہے مان لیتا ہوں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی.... صفحہ ۳۹۷)

O

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی..... فرماتے ہیں:-

"ایک مرتبہ سیڑھی جو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب..... والے مکان کی دیوار کے ساتھ تھی اسکی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی اور اسے اس بالا خانہ کی دیوار کے ساتھ رکھنا تھا جس میں مولوی محمد علی صاحب رہتے تھے اور نیچے مولوی سید محمد احسن صاحب رہتے تھے۔ مولوی محمد احسن صاحب وہاں رکھنے کے مخالف تھے۔ کہ میرے حجرہ کو اندھیرا ہو جائے گا اور

حضرت (اماں جان) کا حکم تھا کہ وہاں رکھی جاوے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ نانا جان..... یہ انتظام کر رہے تھے اور ان کو اس کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ آخر ان کے مزاج میں گرمی تھی اور جہیر الصوت تھے۔ انہوں نے زور زور سے بولنا شروع کیا اور اس وقت مولوی سید محمد احسن صاحب کو کہہ رہے تھے کہ یہ سیڑھی یہاں ہی رہے گی وہ بھی اونچی آواز سے انکار اور تکرار کر رہے تھے۔ حضرت صاحب باہر سے تشریف لے آئے اور پوچھا کیا ہے؟ میر صاحب نے کہا کہ مجھ کو اندر سیدانی (مراد حضرت اماں جان) آرام نہیں لینے دیتی اور باہر سید سے پالا پڑ گیا ہے۔ نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ مانتی ہیں میں کیا کروں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا۔ مولوی صاحب آپ کیوں جھگڑتے ہیں میر صاحب کو جو حکم دیا گیا ہے ان کو کرنے دیجئے۔ روشنی کا انتظام کر دیا جاوے گا۔ آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ اور اس طرح پر حضرت اماں جان کے ارشاد کی تعمیل ہو گئی۔ غرض کبھی اور کوئی موقعہ ایسا نہیں آیا کہ آپ نے حضرت (اماں جان) کی کبھی دل شکنی کی ہو۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۴۰۶-۴۰۷)

O

حضرت اماں جان کا احترام اور استقبال۔

"حضرت امّاں جان معہ حضرت اماں جی (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الاول.....) اپنے بچوں کو ہمراہ لیکر حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ چند روز کے لئے تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے لاہور تشریف لے گئیں۔ ۴ جولائی ۱۹۰۷ء کو یہ قافلہ لاہور کی طرف روانہ ہوا اور ۱۴ جولائی ۱۹۰۷ء کو واپس بٹالہ پہنچا۔ حضرت اقدس جو حسین معاشرت کا ایک کامل نمونہ تھے اپنے حرم محترم کے استقبال کیلئے چند خدام سمیت عازم بٹالہ ہوئے........ جب بٹالہ پہنچے تو بٹالہ کے تحصیلدار رائے جسمل خان صاحب نے اپنے مکان کے متصل اسٹیشن کے قریب ہی آپ کے لئے ایک آرام دہ جگہ کا انتظام کر دیا اور خود بھی حضرت اقدس کی ملاقات سے شرف یاب ہوئے۔ حضرت اقدس نے ان کے اس احسان پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور اپنے حرم محترم کے استقبال کیلئے اسٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ کے سٹیشن پر پہنچنے سے پہلے گاڑی آچکی تھی اور حضرت اماں جان آپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ چونکہ ہجوم بہت زیادہ تھا اس لئے تھوڑی دیر تک آپ انہیں نظر نہیں آسکے۔ پھر جب آپ پر نظر پڑی تو "محمود کے ابا" کہہ کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ اس پر حضرت اقدس آگے بڑھے اور اپنی زوجہ محترمہ سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد حضور واپس اپنی فرودگاہ پر تشریف لائے اور دوپہر کا وقت گزار کر پچھلے پہر عازم قادیان ہوئے۔" (حیات طیبہ صفحہ ۳۴۱ مرتبہ شیخ عبد القادر صاحب سابق سوداگر مل)

O

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی......بیان فرماتے ہیں۔

''ایک دفعہ حضور دہلی سے واپسی پر امرتسر اترے۔ حضرت (اماں جان) بھی ہمراہ تھیں۔ حضور نے ایک صاحبزادے کو جو غالباً میاں بشیر احمد صاحب تھے گود میں لیا اور ایک وزنی بیگ دوسری بغل میں لیا۔ مجھے فرمایا کہ آپ پاندان لے لیں۔ میں نے کہا حضور مجھے یہ بیگ دے دیں آپ نے فرمایا نہیں۔ ایک دو دفعہ میرے کہنے پر حضور نے یہی فرمایا تو میں نے پاندان اٹھالیا اور ہم چل پڑے۔ اتنے میں دو تین جوان عمر انگریز جو سٹیشن پر تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضور سے کہوں کہ ذرا کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ میں نے عرض کی کہ حضور یہ چاہتے ہیں کہ حضور ذرا کھڑے ہو جائیں۔ حضور کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اسی حالت میں حضور کا فوٹو لے لیا۔'' (اصحاب احمد جلد چہارم: سیرت ظفر: روایت نمبر ۴۶)

O

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... فرماتے ہیں:۔

''آخری سفر جو حضور نے لاہور کا فرمایا اور جس میں حضور کا وصال ہو گیا وہ بھی حضرت (اماں جان) ہی کی خاطر کیا گیا تھا کیونکہ حضرت سیدہ کی طبیعت خراب تھی اور علاج کیلئے لاہور ہی کا مشورہ دیا گیا تھا اور آخر یہ سفر آخرت بن گیا۔'' (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۴۰۷)

O

حضرت اماں جان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس رنگ میں حسن معاشرت کا معاملہ کیا اور اس کے جو اثرات حضرت اماں جان نے قبول کئے ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی.... فرماتے ہیں۔

''اس حسین معاشرت کے اثر اور نتیجہ کے اظہار کے لئے...... مختصراً ان الفاظ پر غور کرو جو حضرت (اماں جان) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر فرمائے اور میں نے اپنے کانوں سے سنے اور خدا کے فضل سے سب سے اول ان کی اشاعت کی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جسد مبارک لاہور سے لاکر باغ میں رکھا ہوا تھا۔ خاکسار عرفانی بعض دوسرے دوستوں کے ساتھ جنازہ کی حفاظت پر مامور تھا۔ حضرت (اماں جان) تشریف لائیں اور فرمایا۔

''تو نبیوں کا چاند تھا تیرے ذریعہ میرے گھر میں فرشتے اترتے تھے اور خدا کلام کرتا تھا''

اس وقت کو دیکھو اور غور کرو کہ ایسے حالات میں تصنع اور بناوٹ نہیں رہ سکتی۔ اس فقرہ سے نمایاں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اہل (خانہ) سے کس طرح معاشرت کرتے تھے اور آپ کے دعاوی کی صداقت کس طرح

حضرت (اماں جان) کے دل میں جاگزیں تھی۔" (سیرت مسیح موعودؑ صفحہ ۴۰۵-۴۰۶)

O

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن معاشرت اور حسن سلوک نے حضرت اماں جان کے دل میں آپ کی محبت اور احترام پیدا کر دیا تھا اس کا ایک اظہار اس موقعہ پر بھی ہوا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محمدی بیگم سے نکاح کی پیشگوئی فرمائی کہ حضرت اماں جان اس پیشگوئی کے پورا ہونے یعنی اپنے اوپر سوت آنے کے لئے رو رو کر خدا سے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت کی زوجہ محترمہ آپ سے بیعت ہیں اور آپ کے منجانب اللہ ہونے پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہیں۔ سخت سے سخت بیماریوں اور اضطراب کے وقتوں میں جیسا اعتماد انہیں حضرت کی دعا پر ہے کسی چیز پر نہیں۔ وہ ہر بات میں حضرت کو صادق ور مصدوق مانتی ہیں...... ان کے کامل ایمان اور راسخ اعتقاد کا ایک بین ثبوت سنئے۔ عورتوں کی فطرت میں سوت کا کیسا برا تصور ودیعت کیا گیا ہے۔ کوئی بھیانک قابل نفرت چیز عورت کیلئے سوت سے زیادہ نہیں...... حضرت کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کیلئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے...... حضرت کی بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو کر دعائیں کی ہیں اور بارہا خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں...... ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں۔ آپ نے بات سنائی کہ یہ دعا مانگ رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مجھے اس کا پاس ہے کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک کیوں نہ ہو جاؤں۔"

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۴۰۳-۴۰۴)

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک اہم نصیحت:۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اہلی زندگی کے پاکیزہ نمونے اور اپنے رفقاء کو نصائح سے بیویوں سے حسن سلوک کی اہمیت واضح ہے۔ حضرت اقدس حسن معاشرت کی اعلیٰ اقدار پیدا کرنے کے لئے اپنی جماعت کو یوں نصیحت فرماتے ہیں۔

"چاہئے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں اور اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خَیۡرُکُمۡ خَیۡرُکُمۡ لِاَھۡلِہٖ تم میں

(باقی صفحہ ۴۰ پر)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

مومن صادق۔ حضرت صوفی احمد جان......

تحریر:۔ ریاض محمود باجوہ (شعبہ تاریخ احمدیت)

> "انہوں نے جس اخلاص اور محبت پر قدم مارا تھا اخیر تک نبھایا..... اس میں کوئی شک نہیں کہ منشی صاحب علاوہ اپنی ظاہری علمیت و خوش تقریری و وجاہت کے جو خداداد انہیں حاصل تھی مومن صادق اور صالح آدمی تھے جو دنیا میں بہت کم پائے جاتے ہیں۔"
>
> "یہ امران کیلئے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں داخل کرلیا....."
>
> (حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

حضرت صوفی احمد جان...... لدھیانہ مشرقی پنجاب کے ایک مشہور صوفی بزرگ تھے۔ آپ کا زمانہ انیسویں صدی کا آخر نصف ہے آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی ماموریت اور تصنیف براہین احمدیہ کا زمانہ پایا۔ حضرت اقدس سے آپ کا گہرا تعلق ارادت و محبت رہا۔ اور آپ کی روحانی اور دور بین نگاہ نے بھانپ لیا کہ یہی وہ وجود ہے جو تجدید و احیائے دین کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ آپ نے حضرت اقدس کے بارہ میں فرمایا ؂

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

آپ نے حضرت اقدس کو مجدد وقت اور طالبان سلوک کیلئے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کیلئے خضر اور منکرین دین حق کیلئے سیف قاطع اور **حجة بالغة** قرار دیا۔ یہ وہ مبارک وجود ہے جس کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

خودنوشت احوال:۔

آپ اپنی کتاب "طب روحانی" میں اپنے احوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس ناکارہ جہان منشی احمد جان دہلوی ثم الدھیانوی بخشے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اور ڈھانکے عیبوں کو۔

آٹھ نو برس کی عمر سے طلب خدا اور یاد الٰہی کا شوق تھا۔ جہاں اس راہ کا مذکور ہوتا وہاں بیٹھتا اور جس جگہ کسی بزرگ کو سنتا وہاں جاتا۔ خلوت و تنہائی میں گریہ و زاری کرتا اور جناب باری میں ملتجی ہوتا کہ یارب العالمین سیدھی راہ دکھا اور گمراہی سے بچا۔ نہ کاروبار میں دل لگتا نہ نکاح کرنے کو جی چاہتا۔ حتیٰ کہ چالیس برس کی عمر تک عالم تجرید میں بزرگوں کی خدمت میں پھرا کیا اور بہت کاملوں کی خدمت بابرکت میں استفادہ کیا۔ چنانچہ بعد انتقال حضرت قبلہ عالم خواجہ سلیمان چشتی تونسوی قدس اللہ سرہ کے مکان شریف رتر چھتر میں غوث صمدانی ظل رحمت یزدانی حضرت امام ربانی سید امام علی شاہ ـــ نقشبندی المجددی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں پہنچا اور بارہ چودہ برس تک خاک بوس آستان فیض ترجمان رہا۔ حضرت کی جناب سے اجازت نامہ عنایت ہوا اور طالبان خدا کی ہدایت کے واسطے ارشاد فرمایا۔ چالیس برس کی عمر میں کدخدائی کی اور لدھیانہ رہنا اختیار کیا۔ صدہا طالبان خدا کا رجوع ہوا۔ ہدایت کا رستہ جاری کیا باوجود ناقابلیت کے اس وقت تک کہ ۱۲۹۵ھ ہیں بائیس برس کا عرصہ ہوا کہ لدھیانہ میں اسی ذوق و شوق میں طالبان خدا کے ساتھ بسر کرتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرا اور میرے متعلقوں اور دوستوں کا خاتمہ بخیر کرے اور اعلیٰ درجہ کو پہنچاوے اور صالحوں کے ساتھ مارے اور حشر کرے اور بخشے اور گناہ معاف کرے۔"

آپ نے اپنی ایک نظم (مندرجہ "طب روحانی" کے صفحہ ۲۳) میں اپنے روحانی سلسلہ کا **شجرہ نسب** یوں بیان فرمایا ہے۔

ز القا بہ حبیب خویش و شاہان حمید
بوبکر سلمان و قاسم جعفر و ہم بایزید

بوالحسن پس بوعلی و یوسف عبدالخالق ہم
ور طفیل عارف و محمود باجود و کرم

ہم علی و بابا سماسی و ہم سید امیر
نقشبند پاک و یعقوب و عبید اللہ بصیر

زاہد و درویش و امکنگی و باقی با صمد
خواجہ امام شیخ احمد و معصوم و نیز عبد الاحد

زو حنیف و پس زکی مطہری و راز دان
ہم محمد حاجی احمد شہ حسین جانجان

ور طفیل قطب وقت و قرۃ العین سبزے
رہنمائے ہادیان خواجہ امام ابن العلے

بعد ازان این خاکسار و خاک پا
ہست احمد جان بر ایشان فدا

اول احمد آخر احمد جامئے این خاندان
حق کند رحمت طفیل او بجملہ داخلان

حضرت اقدس سے تعارف۔ براہین احمدیہ پر ریویو اور تصدیق دعاوی

حضرت پیر افتخار احمد صاحب خلف الرشید حضرت صوفی احمد جان صاحب کے خود نوشت سوانح از رجسٹر روایات جلد ۷ صفحہ ۱ تا ۶ (غیر مطبوعہ) کے مطابق حضرت صوفی احمد جان صاحب کا تعارف بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (مسیح موعود و مہدی معہود) سے اس وقت ہوا جب "براہین احمدیہ" کے پہلے تین حصے شائع ہوئے تھے۔ حضرت صوفی صاحب نے جب ان تین حصوں کو پڑھا تو آپ کے دل میں حضرت اقدس علیہ السلام سے گہری عقیدت و ارادت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی زبان سے بے اختیار یہ شعر جاری ہوا۔

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت صوفی صاحب نے "اشتہار واجب الاظہار" کے نام سے "براہین احمدیہ" کے متعلق ایک مفصل ریویو شائع کیا (اس اشتہار کا مکمل متن الفضل قادیان ۲۳ جون ۱۹۳۱ء صفحہ ۴ تا صفحہ ۷ پر شائع شدہ ہے۔) جس میں بڑے دلاویز الفاظ میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا:۔

"عالی جناب فیض رسان عالم، معدن جود و کرم، حجۃ الاسلام، برگزیدہ خاص و عام حضرت مرزا غلام احمد صاحب دام برکاتہم رئیس اعظم قادیان ضلع گورداسپور پنجاب نے ایک کتاب مسمی براہین احمدیہ سلیس اردو زبان میں جس کی ضخامت قریب تین سو جز کے ہے۔ چاروں دفتر جو کہ قریباً ۳۵ جزو ہیں نہایت خوشخط چھپ بھی گئے ہیں اور باقی وقتاً فوقتاً چھپتے جائیں گے اور خریداروں کے پاس پہنچتے رہیں گے۔ یہ کتاب دین (حق) اور نبوت محمدیہ ﷺ اور قرآن شریف کی حقانیت کو تین سو مضبوط دلائل عقلی اور نقلی سے ثابت کرتی ہے اور عیسائی، آریہ، نیچریہ، ہنود اور برہمو سماج وغیرہ جمیع مذاہب مخالف (دین) کو ازروئے تحقیق ردّ کرتی ہے۔ حضرت مصنف نے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی مخالف (دین حق) یا مکذب...... تمام دلائل یا نصف یا خمس تک بھی ردّ کر دے تو مصنف صاحب اپنی جائیداد دس ہزار روپے کی اس کے نام منتقل کر دیں گے۔ چنانچہ یہ اشتہار براہین احمدیہ کے حصہ اول میں درج ہے۔ یہ کتاب مشرکین و مخالفین (دین) کی بیخ و بنیاد کو اکھاڑتی ہے اور اہل اسلام کے اعتقادات کو ایسی قوت بخشتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام کیا نعمتِ عظمیٰ ہے اور قرآنِ شریف کیا دولت ہے اور دینِ محمدی کیا صداقت ہے اور آیات قرآن مجید کا اس کتاب میں اپنے اپنے موقعوں پر حوالہ دیا گیا ہے۔ ۲۰ سیپاروں کے قریب ہیں۔ منکروں کو معتقد اور سست اعتقادوں کو چست اور غافلوں کو آگاہ مومنوں کو عارف کامل بناتی ہے۔ اور اعتقادات قویہ اسلامیہ کی جڑ قائم کرتی ہے اور جو وساوس مخالف پھیلاتے ہیں ان کو نیست و نابود کرتی ہے۔ اس چودھویں صدی کے زمانہ میں کہ ہر

ایک مذہب وملت میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ بقول شخصے کافر نئے نئے ہیں مسلمان نئے نئے۔ ایک ایسی کتاب اور ایک ایسے مجدد کی بے شک ضرورت تھی جیسی کہ کتاب براہین احمدیہ۔ اس کے مولف جناب مخدومنا مولانا میرزا غلام احمد صاحب دام فیوضہ ہیں جو ہر طرح سے دعویٰ (حق) کو مخالفین پر ثابت کرنے کیلئے موجود ہیں۔ جناب موصوف عامی علماء اور فقراء میں سے نہیں بلکہ خاص اس کام پر منجاب اللہ مامور اور ملہم اور مخاطب الٰہی ہیں۔ صدہا سچے الہام اور مخاطبات اور پیشگوئیاں اور رویاء صالحہ اور امرالٰہی اور اشارات اور بشارات اجراء کتاب اور فتح ونصرت اور ہدایات امداد کے باب میں زبان عربی فارسی اردو انگریزی وغیرہ میں ہیں۔ حالانکہ مصنف صاحب نے ایک لفظ بھی انگریزی کا نہیں پڑھا۔ چنانچہ صدہا مخالفین اسلام کی گواہی سے ثابت کر کے کتاب میں درج کئے گئے ہیں جن سے بخوبی صداقت پائی جاتی ہے اور یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مصنف صاحب بے شک امرالٰہی سے اس کتاب کو لکھ رہے ہیں اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بموجب حدیث نبوی ﷺ

عن ابی ھریرۃ قال فیما اعلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزّو جلّ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃِ سنۃٍ منْ یجدد لھا دینھا

(رواہ ابوداؤد)

........مصنف صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت میں سے ہیں۔ اس دوسری حدیث نبوی ﷺ یعنی علماء امتی کانبیاء بنی اسرآئیل اسی کی تائید میں ہے۔ اس موقعہ پر اشعار فارسی (مندرجہ براہین احمدیہ پہلی فصل (روحانی خزائن جلد اول صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۱۔ ناقل) جن کو پڑھ کر ناظرین خود جناب ممدوح کا مرتبہ دریافت فرمالیں گے اور یقین ہے کہ خلوص دل اور صدق عقیدت سے یہ شعر زبان حال سے فرمائیں گے کہ ؎

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ　　تم مسیحا بنو خدا کے لئے

سن شریف حضرت کا قریباً چالیس یا پنتالیس ہوگا۔ اصلی وطن اجداد کا قدیم ملک فارس معلوم ہوتا ہے نہایت خلیق، صاحب مروت و حیاء جوان رعنا، چہرہ سے محبت الٰہی ٹپکتی ہے۔ اے ناظرین میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بے شک وشبہ جناب میرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبان سلوک کیلئے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کیلئے خضر اور منکرین اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجۃ بالغۃ یقین جانو کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ آگاہ ہو کہ امتحان کا وقت آگیا ہے اور حجت الٰہی قائم ہو چکی ہے اور آفتاب عالمتاب کی طرح بدلائل قطعیہ ایسا ہادیٔ کامل بھیج دیا ہے کہ سچوں کو نور بخشے اور ظلمات و ضلالت سے نکالے اور جھوٹوں پر حجت قائم کرے۔" ("تاثراتِ قادیان" صفحہ ۶۴ تا ۶۸ مرتبہ ملک فضل حسین صاحب)

حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب..... بیان فرماتے ہیں:-

"براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد اگر آپ کے پاس کوئی مرید ہونے کو آتا تو آپ فرماتے "سورج نکل آیا ہے اب تاروں کی ضرورت نہیں جاؤ حضرت صاحب کی بیعت کرو۔" (انعامات خداوند کریم مولفہ پیر افتخار احمد صاحب صفحہ ۷)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی زیارت:-

"براہین احمدیہ" کی اشاعت کے زمانہ ہی میں لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے علاوہ دیگر سعید روحوں کا گروہ حضرت اقدس کے عقید تمندوں میں شامل ہو چکا تھا۔ جس میں سرفہرست حضرت قاضی خواجہ علی صاحب، حضرت نواب علی محمد صاحب آف جھجر، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب (والد محترم حکیم محمد عمر صاحب)، حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب اور میر عباس علی صاحب لدھیانوی تھے۔ (افسوس کہ میر عباس علی صاحب بعد میں ایمان پر قائم نہ رہے)

ان سب بزرگوں کے بار بار کے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۸۴ء کی پہلی سہ ماہی میں لدھیانہ تشریف لے گئے۔ حضرت صوفی احمد جان صاحب نے اپنے مریدوں کو کہا ہوا تھا کہ حدیث میں "مامور زمانہ" کا حلیہ موجود ہے اس لئے اگرچہ میں نے حضرت کی پہلے زیارت نہیں کی پھر بھی میں آپ کو از خود پہچان لوں گا چنانچہ آپ اپنے چند مریدوں کے اور دونوں بیٹوں پیر منظور محمد صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام کے استقبال کے لئے لدھیانہ اسٹیشن پر تشریف لائے۔ مولوی قطب الدین صاحب (مرید صوفی احمد جان صاحب) کے بقول جب حضرت صوفی صاحب کی نظر حضرت اقدس علیہ السلام پر پڑی تو بے اختیار آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے "ھٰذا لیس وجہ کاذبٍ" یعنی یہ جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام کے قیام لدھیانہ کے دوران حضرت صوفی صاحب کو آپ کی مہمان نوازی کا بھی شرف حاصل ہوا۔ آپ کی مجالس عرفان میں نہایت اخلاص و ارادت کے ساتھ دو زانو ہو کر باادب بیٹھتے اور عقید تمند مریدوں کی طرح آپ کے کلمات سنتے اور فیض حاصل کرتے رہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۶ تا ۵۵)

حضرت اقدس کا ایک عارفانہ مکتوب

حضرت اقدس کے مندرجہ ذیل مکتوب سے محبت و اخلاص کا تعلق نمایاں نظر آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومی مکرمی اخویم منشی احمد جان صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' بعد ہذا المخدوم کے دونوں عنایت نامے اشتہار پہنچ گئے۔ جزاکم اللہ جزا الخیرا۔ خداوند کریم آپ صاحبوں کی کوشش میں برکت ڈالے اور آپ کو وہ اجر بخشے جو آپ کی جناب میں باہر ہو۔ آں مخدوم نے اس عاجز کو جو کچھ اپنی نسبت لکھا ہے وہ عاجز کے دل میں ہے۔ مشت خاک کی کیا حقیقت ہے کہ کچھ دعویٰ کرے یا زبان پر لاوے لیکن اگر خداوند کریم نے چاہا اور توفیق بخشی تو حضرت احدیت میں عاجزانہ دعا کروں گا آپ اپنے کام میں جہاں تک ممکن ہو سرگرمی سے متوجہ ہوں کیونکہ ایسی محبت متحقق ہوتی ہے اور حصہ چہارم کے صفحہ ۵۱۹ میں ایک الہام یہ ہے من ربکم علیکم و احسن الی احبا کم یہ الہام اگرچہ بصورت ماضی ہے لیکن اس سے استقبال مراد ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ تم پر احسان کرے گا۔ اور تمہارے دوستوں سے نیکی کرے گا اور پھر حصہ سوم صفحہ ۲۴۲ میں یہ الہام ہوا وبشرالذین امنوا قدم صدق عند ربھم اس کے بھی اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جو لوگ ارادت سے رجوع کرتے ہیں ان کا عمل مقبول ہے اور ان کے لئے قدم صدق ہے پھر صفحہ ۲۴۱ میں ایک الہام ہے۔ ینصرک رجال یوحیھم ربھم من السماء یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ ڈالیں گے سو ان سب الہامات کی خوشنودی حضرت احدیت کے ان مومنوں کی نسبت سمجھی جاتی ہے جن کو خدا نے اس طرف رجوع بخشا ہے اس سے زیادہ ذریعہ حصول سعادت اور کوئی نہیں کہ جو مرضیٔ مولےٰ ہے اس کے موافق کام کیا جائے اور مولی کریم کی ایک نظر عنائت انسان کیلئے کافی ہے۔ میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ جو اخوان مومنین اس بات کیلئے توفیق دیئے گئے ہیں کہ جو انہوں نے صدق دل سے اس احقر عباد کا انصار ہونا قبول کرلیا ہے ان کے لئے حضرت احدیت میں بڑے بڑے اجر ہیں اور میں اجمالی طور پر ان کو عجیب نور سے منور دیکھتا ہوں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ نہایت ہی سعید ہیں اور دنیا کی روشنی ہیں ایک الہام (براہین) حصہ چہارم کے صفحہ ۵۵ کی اخیری سطر میں درج ہے اور وہ یہ ہے وجاعل الذین ابتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ یہ الہام اس کثرت سے بار بار ہوا تھا کہ جس کی تعداد خدا ہی کو معلوم ہے اس میں بھی انواع اقسام کے برکات کا وعدہ ہے۔ غرض کریم میزبان سب کو اپنی طرف بلاتا ہے کہ جب اس کے طعام کا بندوبست کرلیتا ہے اور وہی لوگ اس کے خوان نعمت پر بلائے جاتے ہیں۔ جن کو اس عالم الغیب نے اپنی نظر عنایت سے چن لیا ہے۔ سو جن کو اس نے پسند کرلیا ہے ان کو وہ ردّ نہیں کرے گا اور ان کی خطیئات کو معاف فرمادے گا اور ان پر راضی ہوگا کیونکہ وہ کریم و رحیم اور بڑا وفادار اور نہایت ہی محسن مولیٰ ہے۔ حسبنا اللّٰہ والحمدللّٰہ و سبحان اللّٰہ العظیم

والسلام۔ ۶ مارچ ۱۸۸۴ء مطابق ۷ جمادی الاول ۱۳۰۱ھ: مطبوعہ الحکم قادیان ۱۹ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۲ کالم ۱۔۲)

۱۸۸۵ء کا ایک اہم واقعہ:۔ ۱۸۸۵ء کے اوائل میں حضرت صوفی احمد جان...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے جب سفر حج پر روانہ ہونے لگے تو حضرت مسیح موعود نے اپنے قلم سے انہیں ایک دردانگیز دعا تحریر فرمائی اور لکھا:۔

"اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ نصیب ہو تو اس مقام محمود مبارک کی انہیں لفظوں سے مسکنت اور غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں۔"

نیز یہ ہدایت فرمائی کہ:۔

"آپ پر فرض ہے کہ انہیں الفاظ سے بلا تبدیل و تغیر بیت اللہ میں حضرت ارحم الراحمین میں اس عاجز کی طرف سے دعا کریں۔"

چنانچہ حضرت صوفی صاحب...... نے مندرجہ ذیل دعا حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ بمطابق ۱۹ ستمبر ۱۸۸۵ء کو میدان عرفات میں پڑھی آپ کے پیچھے اس وقت ان کے ۲۰،۲۲ خدام اور عقیدتمند تھے۔ جن میں حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب مجاہد ایران، حضرت خان صاحب محمد امیر خان صاحب اور حضرت قاضی زین العابدین صاحب سرہندی اور حضرت صوفی صاحب کے فرزند حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب...... بھی شامل تھے۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کا مکتوب اپنے مبارک ہاتھ میں لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا میں یہ خط بلند آواز سے پڑھتا ہوں تم سب آمین کہتے جاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس تاریخی دعا کے الفاظ یہ تھے۔

"اے ارحم الراحمین ایک بندہ عاجز اور ناکارہ پر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ ارحم الراحمین تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت راضی ہو جائے مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے ارحم الراحمین جس کام کی اشاعت کیلئے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کیلئے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضاء میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رب العالمین۔"

(الحکم ۶/۱۳۔ اگست ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۳۔ ۱۴ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۹۶، ۹۷)

حضرت اقدس کے حلقہ ارادت و عقیدت میں:۔

حضرت اقدس بانیؑ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ حضرت صوفی احمد جان...... کو خاص تعلق ارادت و عقیدت تھا۔ انہوں نے حضرت اقدس کی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو لکھتے ہوئے حضرت اقدس کو "مجدد وقت" طالبان سلوک کیلئے کبریت احمر اور آفتاب عالمتاب کی طرح بدلائل قطعیہ...... ہادی کامل قرار دیا اور اس طرح آپ کے دعاوی کی تصدیق کی۔ اگرچہ بیعت اولیٰ ان کی وفات کے بعد ہوئی مگر حضرت اقدس نے ان کا نام رفقاء خاص کی فہرست میں تحریر فرمایا۔ حضرت اقدس ان کے ساتھ اس روحانی تعلق کا ذکر یوں فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پاچکے لیکن یہ امر ان کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں داخل کرلیا...... مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آتے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ اس دور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہوا۔ بلکہ چند روز بعد ہی وفات کی خبر سنی گئی......" (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۸۔۵۳۹)

حضرت صوفی احمد جان صاحب کی وفات:۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب جب وسط دسمبر ۱۸۸۵ء میں زیارت کعبہ اور حج کی برکات سے فیضیاب ہو کر واپس لدھیانہ آئے تو اچانک سخت بیمار ہوگئے اور ۲۷ دسمبر ۱۸۸۵ء کو قضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ کی اچانک وفات کا سن کر حضرت اقدس تعزیت کیلئے لدھیانہ تشریف لے گئے۔ حضرت پیر افتخار احمد صاحب کے بیان کے مطابق حضرت اقدس نے تھوڑی دیر قیام فرمایا اور صوفی صاحب کی محبت، اخلاص اور دینی خدمت کا ذکر فرماتے رہے پھر مع حاضرین دعا فرمائی۔ (رجسٹر روایات جلد ہفتم صفحہ ۳۔۴)

آپ کی سیرت و اخلاق:۔

آپ نہایت پاکباز اور روحانی بصیرت رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ کے روحانی کمالات اور توجہ کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ آپ کی دینی عظمت و مقام کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ لدھیانہ کے بڑے بڑے علماء مثلاً مولوی محمد صاحب لدھیانوی وغیرہ بھی ان کے مریدوں میں شامل تھے۔ آپ کو مجمع فیوض سبحانی منبع علوم روحانی قدوۃ الواصلین زبدۃ المحققین صوفی باصفا زاہد اتقی فیاض زمان مسیحائے دوراں کے خطابات سے یاد کیا جاتا تھا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی نظر میں آپ کا مقام:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... کی

دوسری شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوشش سے مارچ ۱۸۸۹ء میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کی دختر حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ..... سے ہوئی۔ اس رشتہ کی تجویز دیتے ہوئے حضرت اقدس نے حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ المسیح الاول) کو ایک خط لکھا جس میں حضرت صوفی احمد جان صاحب...... کے بارے میں لکھا۔

"اب میں تھوڑا سا حال منشی احمد جان صاحب کا سناتا ہوں۔ منشی صاحب اصل میں متوطن دہلی کے تھے۔ شاید ایام مفسدہ ۱۸۵۷ء میں لودہانہ آکر آباد ہوئے۔ کئی دفعہ میری ان سے ملاقات ہوئی نہایت بزرگوار خوبصورت' خوب سیرت' صاف باطن' متقی' باخدا اور متوکل آدمی تھے۔ مجھ سے کسی قدر دوستی اور محبت کرتے تھے کہ اکثر ان کے مریدوں نے اشارتاً اور صراحتاً بھی سمجھایا کہ آپ کی اس میں کسر شان ہے مگر انہوں نے ان کو صاف جواب دیا کہ مجھے کسی شان سے غرض نہیں اور نہ مجھے مریدوں سے کچھ غرض ہے۔ اس پر بعض نالائق خلیفے ان سے منحرف بھی ہو گئے مگر انہوں نے جس اخلاص اور محبت پر قدم مارا تھا اخیر تک نبھایا اور اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کی۔ جب تک زندہ رہے خدمت کرتے رہے اور دوسرے تیسرے مہینے کسی قدر روپے اپنے رزق خداداد سے مجھے بھیجتے رہے اور میرے نام کی اشاعت کیلئے بدل و جان ساعی رہے اور پھر حج کی تیاری کی اور جب کہ انہوں نے اپنے ذمہ مقرر کر رکھا تھا جاتے وقت پچیس روپے بھیجے اور ایک لمبا اور دردناک خط لکھا جس کے پڑھنے سے رونا آتا تھا۔ اور حج سے آتے وقت راہ میں ہی بیمار ہو گئے اور گھر آتے ہی فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ منشی صاحب علاوہ اپنی ظاہری علمیت و خوش تقریری و وجاہت کے جو خداداد انہیں حاصل تھیں مومن صادق اور صالح آدمی تھے جو دنیا میں کم پائے جاتے ہیں۔" (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۵۲ تا ۵۴)

"ازالہ اوہام" میں آپ کا ذکر:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب "ازالہ اوہام" تصنیف فرمائی تو اپنے بعض خاص مخلصین کا نہایت محبت بھرے انداز سے ذکر خیر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے حضرت صوفی احمد جان صاحب کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"حبی فی اللہ منشی احمد جان صاحب مرحوم اس وقت ایک نہایت غم سے بھرے دل کے ساتھ یہ پر درد قصہ مجھے لکھنا پڑا کہ اب یہ ہمارا پیارا دوست اس عالم میں موجود نہیں ہے اور خداوند کریم و رحیم نے بہشت بریں کی طرف بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وانا بفراقہ لمحزونون۔ حاجی صاحب مغفور مرحوم ایک جماعت کثیر کے پیشوا تھے اور ان کے مریدوں میں آثار رشد و سعادت و اتباع سنت نمایاں ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف اس عاجز کے شروع سلسلہ بیعت سے پہلے ہی وفات پا چکے لیکن یہ امران کے خوارق میں سے دیکھتا ہوں کہ انہوں نے بیت اللہ کے قصد سے چند روز پہلے اس عاجز کو ایک خط ایسے انکسار سے لکھا جس میں انہوں نے درحقیقت اپنے تئیں اپنے دل میں سلسلہ بیعت میں

داخل کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے اس میں سیرۃ صالحین پر اپنا توبہ کا اظہار کیا اور اپنی مغفرت کیلئے دعا چاہی اور لکھا کہ میں آپ کی للّٰہی ربط کے زیر سایہ اپنے تئیں سمجھتا ہوں اور پھر لکھا کہ میری زندگی کا نہایت عمدہ حصہ یہی ہے کہ میں آپ کی جماعت میں داخل ہو گیا ہوں۔ اور پھر کسر نفسی کے طور پر اپنے گزشتہ ایام کا شکوہ لکھا اور بہت سے رقت آمیز ایسے کلمات لکھے جن سے رونا آتا تھا۔ اس دوست کا وہ آخری خط جو ایک دردناک بیان سے بھرا ہے اب تک موجود ہے مگر افسوس کہ حج بیت اللہ سے واپس آتے وقت پھر اس مخدوم پر بیماری کا ایسا غلبہ طاری ہوا کہ اس دور افتادہ کو ملاقات کا اتفاق نہ ہوا بلکہ چند روز کے بعد ہی وفات کی خبر سنی گئی اور خبر سنتے ہی ایک جماعت کے ساتھ قادیان میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ حاجی صاحب مرحوم اظہار حق میں بہادر آدمی تھے۔ بعض نافہم لوگوں نے حاجی صاحب موصوف کو اس عاجز کے ساتھ تعلق ارادت رکھنے سے منع کیا کہ اس میں آپ کی کسر شان ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ مجھے کسی شان کی پرواہ نہیں اور نہ مریدوں کی حاجت۔ آپ کا صاحبزادہ کلاں حاجی افتخار احمد صاحب آپ کے قدم پر اس عاجز سے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں اور آثار رشد و اصلاح و تقویٰ ان کے چہرے پر ظاہر ہیں۔ وہ باوجود متوکلانہ گذارہ کے اول درجہ کی خدمت کرتے ہیں اور دل و جان کے ساتھ اس راہ میں حاضر ہیں خدا تعالیٰ ان کو ظاہری اور باطنی برکتوں سے متمتع کرے۔" (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۸-۵۲۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... کے نزدیک آپ کا مقام:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... کو آپ کی دامادی کا شرف حاصل تھا چنانچہ آپ اس شرف کو خدا تعالیٰ کا ایک فضل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"میری پہلی شادی جہاں ہوئی وہ مفتی ہمارے شہر کے معظم و مکرم تھے۔ ایک دن میری بیوی کو کسی نے کہا "چوبارے دی اٹ وہنی وچ جا لگیں ایں" مگر کہنے والے نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑے فضل کئے۔ پھر ہمیں ایسے موقعہ پر ناطہ دیا کہ تم تعجب کرو۔ جموں کا رئیس بیمار تھا۔ اس نے سب دوائیں کیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو فقراء کی طرف متوجہ ہوا جب ہندو فقراء سے فائدہ نہ ہوا تو مسلمان فقراء کی طرف توجہ کی اور ان سب فقراء کو بڑا روپیہ دیا۔ ایک میرا دوست جو اس روپے کے خرچ کا آفیسر تھا اس نے ذکر کیا کہ تین لاکھ تو خرچ ہو چکا۔ اب ایک فقیر سنا ہے جسے بلانے کیلئے آدمی گیا...... مگر اس کا خط آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ میرا کام تو دعا کرنا ہے۔ دعا جیسی لدھیانہ میں ہو سکتی ہے ویسی کشمیر میں۔ دونوں جگہ کا خدا ایک ہے وہاں آنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات ہے اگر آپ کا رعایا سے اچھا سلوک نہیں تو اس کے افراد بد دعائیں دے رہے ہوں گے۔ تو میں ایک دعا کرنے والا کیا کر سکتا ہوں۔ باقی رہے روپے۔ سو جب آپ نے فقیر سمجھا ہے تو پھر غنی نہیں ہو سکتا۔ اس آفیسر نے کہا کہ میں نے ایسا آدمی ہندوؤں میں

دیکھا ہے نہ مسلمانوں میں۔ میں نے (کہا) سردار صاحب ایسے آدمیوں کے ساتھ رشتہ ہو تو پھر کیا بات ہے۔ سنو! عبدالحی کی ماں اسی بزرگ کی بیٹی ہے۔"

(الفضل ۲ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۶۔۱۵: حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ ۵۰۸)

حضرت صوفی احمد جان....... کا خصوصی امتیاز:۔

۱۔ لدھیانہ میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو پہلی بیعت لی تو اس مبارک نظام کی ابتداء کیلئے حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان کو یہ شرف بخشا جو لدھیانہ کے محلہ جدید میں واقع تھا۔ حضرت اقدس اس مکان کی ایک کچی کوٹھڑی میں تشریف فرما ہوئے جو بعد میں "دارالبیعت" کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہ کوٹھری دراصل حضرت منشی احمد جان صاحب کا جاری کردہ لنگر خانہ تھی جسے دارالبیعت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت منشی صاحب کے صاحبزادگان نے کچھ عرصہ بعد رہائشی مکان فروخت کر دیا اور دارالبعیت صدر انجمن احمدیہ کے نام پر ہبہ کر دیا۔ بعد میں انجمن نے اس کا انتظام مقامی جماعت کے سپرد کر دیا۔ ۱۹۱۶ء میں اس کی پہلی شکل میں کچھ تبدیلی کر کے جانب شمال ایک لمبا اور پختہ اور ہوا دار کمرہ تیار کروایا گیا جس کی شمالی دیوار کی بیرونی سطح پر دارالبیعت نام اور تاریخ بیعت کا کتبہ ثبت کیا گیا اور صحن میں پختہ اینٹوں کا کوئی بالشت بھر اونچا چبوترہ اور ایک محراب بنوا کر نماز کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں نماز گاہ پر ایک چھوٹی سے خوبصورت مسجد کی تعمیر ہوئی۔ بجلی کے قمقمے آویزاں کئے گئے صحن میں نلکہ نصب ہوا اور غسل خانہ' جائے ضرور تیار کی گئی۔ ایک لمبے کمرے کو دو میں تبدیل کر کے مشرقی کمرہ میں لائبریری قائم کی گئی اسی کمرے کی مشرقی دیوار کے جنوبی کونے کے پہلو میں وہ مقدس جگہ ہے جہاں جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں یہ تاریخی یادگار جماعت سے چھن گئی تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۱۹۲ تا ۱۹۴ مع حاشیہ)

۲۔ دوسرا عظیم امتیاز آپ کو یہ حاصل ہوا کہ اگرچہ آپ بیعت کرنے کا ظاہری موقعہ حاصل نہ کر پائے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کا نام اپنے خاص (رفقاء) ۳۱۳ میں شامل فرمایا ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲۶)

۳۔ تیسرا امتیاز آپ کو یہ حاصل ہوا کہ آپ کی بیٹی حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ کو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہی بیٹی جو کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... کے حرم دوم ہونے کا بھی شرف حاصل کر چکی تھی جماعت میں حضرت اماں جی کے نام سے معروف ہوئیں۔ آپ ہی کی بیٹی حضرت امتہ الحی صاحبہ حضرت مصلح موعود سے بیاہی گئیں اس طرح حضرت صوفی احمد جان صاحب...... کا روحانی تعلق کے ساتھ ساتھ ظاہری تعلق بھی اپنی نواسی حضرت امتہ الحی صاحبہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قائم ہو گیا۔

آپ کی اولاد:۔

آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت صاحبزادہ حاجی پیر افتخار احمد صاحب ۲۔ حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب۔ ۳۔ حضرت صاحبزادی صغریٰ بیگم صاحب ۴۔ صاحبزادی محترمہ غفورہ بیگم صاحبہ ۵۔ صاحبزادی محترمہ مختاراں بیگم صاحب۔ (الفضل ۹ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۸)

آپ کی زیادہ تر اولاد کو بھی حضرت اقدس علیہ السلام نے ان کی نیکی تقویٰ اور دینی خدمات پر نہایت عمدہ رنگ میں یاد کیا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ پیر افتخار احمد صاحب کے متعلق فرمایا:۔

"حبی فی اللہ صاحبزادہ افتخار احمد یہ جوان صالح میرے مخلص اور محب صادق حاجی حرمین شریفین منشی احمد جان صاحب مرحوم و مغفور کے خلف رشید ہیں اور بمقتضائے الولد سر لابیہ تمام محاسن اپنے والد بزرگوار کے اپنے اندر جمع رکھتے ہیں اور وہ مادہ ان میں پایا جاتا ہے جو ترقی کرتا کرتا فانیوں کی جماعت میں انسان کو داخل کر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ روحانی غذاؤں سے ان کو حصہ وافر بخشے اور اپنے عاشقانہ ذوق و شوق سے سرمست کرے۔"

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۹)

حضرت پیر منظور محمد صاحب...... موجد قاعدہ یسرنا القرآن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس "تبلیغ رسالت" جلد ہشتم صفحہ ۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"بطور شکر احسان باری تعالیٰ کے اس بات کا ذکر کرنا واجبات سے ہے کہ میرے اہم کام تحریر تالیفات میں خدا تعالیٰ کے فضل نے مجھے ایک عمدہ اور قابل قدر مخلص دیا ہے یعنی عزیزی میاں منظور محمد کاپی نویس جو نہایت خوشخط ہے جو نہ دنیا کیلئے بلکہ محض دین کی محبت سے کام کرتا ہے اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے اسی جگہ قادیان میں اقامت اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ میری مرضی کے موافق ایسا مخلص سرگرم مجھے میسر آیا ہے کہ میں ہر ایک وقت دن کو یا رات کو کاپی نویسی کی خدمت اس سے لیتا ہوں اور وہ پوری جاں فشانی سے خدا تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اس خدمت کو انجام دیتا ہے یہی سبب ہے کہ اس روحانی جنگ کے وقت میں میری طرف سے دشمنوں کو شکست دینے والے رسالوں کے ذریعہ سے تابڑ توڑ مخالفوں پر فیر ہو رہے ہیں اور درحقیقت ایسے موید اسباب میسر کر دینا یہ بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے جس طرف سے دیکھا جائے تمام نیک اسباب میرے لئے میسر کئے گئے ہیں اور تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی ہے کہ گویا میں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں گو بظاہر میرے ہی ہاتھ ہیں۔"

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ ۲۴۲)

حضرت صاحبزادی صغریٰ بیگم صاحبہ کی جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول........ سے شادی ہو گئی تو حضرت اقدس نے اس شادی کی مبارک باد دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول....... کو ایک خط مطبوعہ الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء صفحہ ۴ کالم ۲ پر حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ کے متعلق تحریر فرمایا۔

"خدا تعالیٰ آپ کیلئے یہ بہت مبارک کرے۔ میں نے اس محلہ میں خاص صاحب اسرار واقف لوگوں سے اس لڑکی کی بہت تعریف سنی ہے کہ بالطبع صالح، عفیفہ و جامع فضائل محمودہ ہے۔ اس کی تربیت و تعلیم کیلئے بھی توجہ رکھیں اور آپ پڑھایا کریں کہ اس کی استعدادیں نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہیں۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۶۸)

آپ کی کتاب "طب روحانی" حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں:۔

حضرت صوفی احمد جان صاحب نے ۱۸۸۴ء سے قبل ایک کتاب "طب روحانی" کے نام سے شائع فرمائی جس میں آپ نے "علم توجہ" اور اس کے اثرات اور بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کیلئے علم توجہ کے استعمال کا طریق کار بیان کیا۔ "علم توجہ" پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے کتاب کے صفحہ ۵۲ تا ۵۴ پر لکھتے ہیں:۔

"یہ معزز علم توجہ جس کا میں بیان کر رہا ہوں قدیمی ہے۔ اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے سرہ بعد اخری سینہ بسینہ چلا آیا ہے۔ اگرچہ اس کی حقیقت دراصل ایک ہے مگر ہر ہر جگہ نئی نئی صورت پکڑتا اور نئے نئے لباس میں ملبس رہا ہے اور تمام دینی اور دنیوی امور میں مددگار بنا ہے۔ یہ علم ایسے اصول رکھتا ہے کہ تمام جہان کے کمالات اور کاریگریاں اور خوبیاں اس کی فروعات ہیں۔ جمیع مذاہب کی یہ جڑ ہے۔ سلب امراض اس کی ادنی شاخ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اس نے بدرجہ کمال ظہور پایا۔ پھر حضرت خاتم النبیین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا اور اول بار اقرا پڑھاتے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دی رفتہ رفتہ ۵۴۵ ہجری میں حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمہ اللہ علیہ کو تلقین فرمایا۔ بعدہ ۷۸۱ ہجری میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ علیہ گیارہ دن تک سربسجدہ جناب باری میں دعا کرتے رہے کہ الٰہی ایسا طریقہ عنایت فرما جو جلد طالبان خدا کو تیری طرف پہنچا دے اور تیرا قرب و عرفان نصیب کرا دے۔ اس وقت جناب باری سے سامنے بٹھلا کر توجہ دینے کا الہام ہوا۔ چنانچہ وہی دستور اب تک نئی ترکیبوں اور متفرق صورتوں میں طریقہ نقشبندیہ عالیہ میں رواج پا رہا ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "نشان آسمانی" کے صفحہ آخر پر "طب روحانی" کا اشتہار دیتے ہوئے لکھا:۔

"یہ کتاب حضرت حاجی منشی احمد جان صاحب مرحوم کی تالیفات میں سے ہے۔ حاجی صاحب موصوف نے اس کتاب میں اس علم مخفی سلبِ امراض اور توجہ کو مبسوط طور پر بیان کیا ہے جس کو حال کے مشائخ اور پیرزادے اور سجادہ نشین پوشیدہ طور پر اپنے خاص خاص خلیفوں کو سکھلایا کرتے تھے اور ایک عظیم الشان کرامت خیال کی جاتی تھی اور جس کی طلب میں اب بھی بعض مولوی صاحبان دور دور کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے محض للہ عام و خاص کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس کتاب کو منگوا کر ضرور ہی مطالعہ کریں کہ یہ بھی منجملہ ان علوم کے ہے جو انبیاء پر فائز ہوئے تھے بلکہ

حضرت مسیح کے معجزات تو اسی علم کے سرچشمہ میں سے تھے۔ کتاب کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ صاحبزادہ افتخار احمد صاحب جو لدھیانہ محلہ جدید میں رہتے ہیں ان کی خدمت میں خط و کتابت کرنے سے قیمتاً مل سکتی ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۱۷)

کتاب طب روحانی پر حضرت صوفی صاحب کی ایک نظم :-

حضرت صوفی احمد جان صاحب...... نے جب اپنی کتاب "طب روحانی" تصنیف کی تو اس کتاب میں آپ نے ایک نظم لکھی جو کتاب کے صفحہ ۱۶۳ پر درج ہے جس میں اس کتاب کی اہمیت کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں۔

نسخہ ہے کیا کہ فضل ہے رب قدیم کا ہے درج علاج اس میں مریض الیم کا
دیکھا سنا نہ ہوگا کبھی بے دوا علاج سو یہاں علاج غیر دوا ہے سقیم کا
بلکہ علاج کہنا بھی لائق نہیں اسے یہ تو شفائے محض و کرم ہے کریم کا
حیران ہے ہر عقل و خرد مند و ہوشیار ہے رنگ اس میں فکر طبیب و حکیم کا
نقصان کسی طرح کا نہیں ہے شفائے محض اندیشہ مطلقاً ہے نہ ڈر خوف و نیم کا
سینوں میں تھا بزرگوں کے پوشیدہ یہ کمال یہ علم انبیاء ہے زمانہ قدیم کا
جب چھپ چھپا کے ختم ہوئی یہ میری کتاب شاکر ہوا میں فضل جناب علیم کا
تاریخ کی تلاش ہوئی اس کی مجھ کو جب ناگہ ہوا یہ فضل خدائے عظیم کا
اس نسخہ عجیب کو ہاتف نگاہ کر بولا حیات مردہ شفا ہے سقیم کا

(تاریخ طبعزاد منشی احمد جان مصنف کتاب)

آپ کا عقیدہ "علم توجہ" اور اس میں تبدیلی

۱۸۸۴ء کی بات ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہلی دفعہ لدھیانہ تشریف لائے تھے تو ایک دن آپ نے حضرت اقدس کی دعوت کی۔ دعوت کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی قیام گاہ پر واپس جانے لگے تو آپ مزید برکت کیلئے ساتھ ہو گئے۔ رستہ میں آپ نے حضرت صاحب کے استفسار پر عرض کیا کہ میں نے بارہ چودہ سال رتر چھتر کی گدی میں مجاہدات کئے ہیں جن سے میرے اندر اتنی زبردست طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر میں اپنے پیچھے آنے والے آدمی پر توجہ کروں تو وہ ابھی گر جائے اور تڑپنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عادت مبارک کے مطابق اپنی سوٹی کی نوک

سے زمین پر نشان بناتے ہوئے فرمایا۔ صوفی صاحب اگر وہ گر جائے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا اور اس کو کیا فائدہ ہوگا؟ صوفی صاحب اہل باطن میں سے تھے وہ نکتہ سن کر پھڑک اٹھے۔ انہوں نے اسی وقت حضرت کے سامنے علم توجہ سے ہمیشہ کیلئے توبہ کرلی۔ بلکہ اپنی معرکہ الاراء کتاب "طب روحانی" کو (جس میں انہوں نے توجہ کے کمالات اور برسوں کے تجربات پر اتنی مفصل روشنی ڈالی تھی کہ لدھیانہ والوں نے انہیں مسیح دوران کے خطابات دے رکھے تھے) نہ صرف مرتے دم تک خود اٹھا کر نہیں دیکھا بلکہ اپنے مریدوں میں اشتہار دے دیا کہ علم توجہ اسلام سے مخصوص نہیں ہے۔ اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے میرا کوئی مرید اسے دین اسلام کا جزو سمجھ کر استعمال نہ کرے۔ حضرت صوفی صاحب نے "طب روحانی" میں اعلان کیا تھا کہ اس سلسلہ میں "نجات جاودانی" اور "کمالات انسانی" کے نام پر دو مزید حصے بھی شائع ہوں گے اور عملاً ان کا مسودہ بھی تیار تھا لیکن اس کے بعد آپ نے وہ مسودہ پھاڑ کر پھینک ڈالا۔ بعض لوگوں نے جو "طب روحانی" سے بے حد متاثر تھے بڑے اصرار کے ساتھ آپ سے درخواست کی کہ وہ چیرا پھاڑا ہوا مسودہ ہی بھیج دیں تا اسی کو مرتب کر کے معلوم ہو سکے کہ کیا لکھا ہے لیکن آپ نے جواب دیا کہ "آں قدح بشکست و آں ساقی نماند۔ **پنجاب میں ایک آفتاب نکلا ہے جس کے سامنے ستارے رہبری نہیں کر سکتے اس آفتاب کا نام مرزا غلام احمد ہے** انہوں نے ایک کتاب "**براہین احمدیہ**" لکھی ہے اسے منگوا کر پڑھو۔"

(رجسٹر روایات جلد ۸ صفحہ ۲۸۵۔ ۲۸۴ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۵۳۔ ۵۴)

اس تبدیلی عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول..... نے فرمایا کہ:۔

"انہوں نے طب روحانی کے سلسلہ میں اور بھی دو تین جلدیں لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حضور کے دعویٰ کو سن کر انہوں نے اس طریق کو چھوڑ دیا اور اسے محض کھیل تماشہ قرار دیا جس سے مجھے ان کے ساتھ بڑی محبت ہوگئی۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات سنی تو فرمایا:۔

"مجھے بھی انہوں نے ایسا ہی خط لکھا تھا"۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۴۲۵ نیا ایڈیشن)

حضرت مصلح موعود... کا تبصرہ آپ کے تبدیلی عقیدہ "علم توجہ" پر

حضرت مصلح موعود..... نے سورۃ مریم کی تفسیر میں آیتِ بیّـنۃ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت صوفی احمد جان صاحب..... کے تبدیلی عقیدہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"پس آیت بیـنـہ وہ ہے جو (۱) کسی اعلیٰ شے کو دکھانے اور قریب کرنے کے لئے ظاہر ہو اور (۲) وہ بے معنی نہ ہو بلکہ موقع کے مناسب ہو اور کسی مفید مقصد کیلئے ظاہر ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ لدھیانہ تشریف لے گئے۔ حضرت خلیفۂ اول..... کے خسر صوفی احمد جان

صاحب..... جو ایک مشہور پیر اور بزرگ انسان تھے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "براہین احمدیہ" بھی پڑھی ہوئی تھی انہوں نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو بڑے خوش ہوئے اور اپنے ایک مرید سے جو کابل کے شہزادوں میں سے تھے آپ کی دعوت کروائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو صوفی صاحب آپ کو مکان تک پہنچانے کیلئے آپ کے ساتھ ہی چل پڑے۔ صوفی احمد جان صاحب رتر چھتر والوں کے مرید تھے۔ (رتر چھتر گورداسپور کے علاقہ میں ہے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے راستہ میں دریافت فرمایا کہ صوفی صاحب سنا ہے رتر چھتر والوں کی آپ نے بارہ سال تک خدمت کی ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ نے ان کی صحبت سے کیا فیض حاصل کیا؟ انہوں نے کہا حضور وہ بڑے بزرگ اور باخدا انسان تھے۔ میں بارہ سال ان کی صحبت میں رہا اور بڑا فائدہ حاصل کیا۔ پھر انہوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا جو ان کے پیچھے آ رہا تھا اور کہا حضور! ان کی برکت سے اب مجھ میں اتنی طاقت پیدا ہو چکی ہے کہ اگر میں اس شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھوں تو فوراً زمین پر گر پڑے اور تڑپنے لگ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر اس سوٹی کو جو آپ کے ہاتھ میں تھی زمین پر رگڑتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب پھر اس کا آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ وہ چونکہ اہل اللہ میں سے تھے اس لئے آپ نے ابھی اتنا ہی فقرہ کہا تھا کہ وہ فوراً سمجھ گئے اور کہنے لگے حضور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ ایک بے فائدہ چیز ہے۔ اس کا دین اور روحانیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اب بظاہر یہ ایک آیت تو تھی کیونکہ طاقت ظاہر ہوئی اور ایک چلتے ہوئے آدمی کو گرا لیا مگر اس کا نیکی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کسی کو مکا مار کر گرا لیا جائے کیونکہ جس طرح مکا مارنے سے دوسرا گر جاتا ہے اسی طرح ایک مسمریزم کی مشق رکھنے والا آدمی دوسرے پر نظر ڈال کر اسے گرا سکتا ہے۔ پس اس سے اتنا تو ثابت ہو جاتا ہے کہ جس نے نظر ڈالی ہے اس میں بڑی طاقت ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس نے نظر سے دوسرے کو گرا لیا ہے اس کا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے۔ پس یہ ایک آیت تو تھی مگر بینہ نہیں تھی۔ بینہ وہ آیت ہوتی ہے جو اپنی غرض بھی بیان کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اس نشان کا مقصد کیا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۴۲-۳۴۳)

یہ مومن صادق اور بزرگ انسان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ابتداء زمانہ بعثت میں اس دارِ فانی کو الوداع کہہ گئے اور اپنی یادگار صالح اولاد اور ابرار دوست چھوڑ گئے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہو کر آپ کے جان نثار اور فدائی ٹھہرے۔ خدا تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں اس مقدس وجود پر جسے امام الزمانؑ کی شناخت اور تصدیق کی توفیق ملی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رح

تحریر:۔ چوہدری ظفراللہ خان صاحب طاہر استاذ الجامعہ

چھٹی صدی ہجری (بارہویں صدی عیسوی) میں علم فلسفہ و کلام کے مشہور بلند پایہ عالم حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ علیہ سرزمین اندلس (سپین) میں گزرے ہیں۔ جو صاحب کشف و کرامات مجدد عصر تھے کئی علمی اور فلسفیانہ مسائل پر سے آپ نے پردہ اٹھایا۔ آپ نے امام الزماں مہدی علیہ السلام کی خارق عادت ولادت علماء زمانہ کی مخالفت اور فتاویٰ کا ذکر بھی اپنی کتب میں فرمایا۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بھی اپنی متعدد کتب میں آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

آپ کا نام شیخ ابوبکر محی الدین محمد ابن عربیؒ ہے آپ ابن العربی یا ابن عربی اور الشیخ الاکبر کے ناموں سے معروف ہیں۔

خاندان ۔ ولادت:۔

آپ کا خاندان "الحاتمی الطائی" سے نسبت رکھتا ہے اس طرح خاندان کا تعلق عرب کے قبیلہ طے سے تھا جس کے مشہور سخی حاتم طائی گزرے ہیں۔ آپ کے دادا "محمد" اندلس کے قضاۃ اور علماء میں سے تھے۔ آپ کے والد "علی بن محمد" فقہ و حدیث کے آئمہ اور زہد و تصوف کے بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو سلطان اشبیلیہ کے وزیر بھی رہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۱۷۔ رمضان المبارک مطابق ۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا مولد اندلس کے جنوب مشرق میں واقعہ "فرسیہ" نامی بستی تھی۔ اکثر ماخذوں میں آپ کی کنیت ابوبکر درج ہے۔ مگر بعض نے ابو عبیداللہ بھی درج کی ہے۔ ان کے علاوہ آپ "ابن افلاطون" اور اندلس میں "ابن سراقہ" کی کنیت سے بھی معروف رہے۔ آپ کے کئی القابات مثلاً العارف الکبیر' مجدد الملۃ الحنفیہ' قطب الوجود و الکبریت الاحمر' خاتم ولایت و عنقائے مغرب' امام العارفین وغیرہ ہیں اور سب سے زیادہ مشہور لقب الشیخ الاکبر ہے۔

تحصیل علم اور مستقل سکونت:۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی ۵۶۸ھ میں تحصیل علم کی خاطر اشبیلیہ میں آئے جو اس دور میں علم و ادب کا مشہور مرکز تھا اور یہاں آپ نے مسلسل تیس سال مشہور علماء سے فیض حاصل کیا۔ چھتیس (۳۶) برس کی عمر میں یعنی ۵۹۸ھ مطابق ۱۲۰۱ء آپ بلاد مشرق کی طرف روانہ ہوئے اور ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو رہے۔ آپ نے سب سے پہلے مصر میں کچھ عرصہ قیام کیا بعد ازاں بیت المقدس' مکہ معظمہ' بغداد اور حلب میں قیام کیا اور بالآخر دمشق میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

مشائخ و اساتذہ:۔ جن شیوخ سے آپ نے کسب فیض کیا ان میں سے چند مشائخ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو عمران موسیٰ بن عمران میر قلی، ابوالحجاج شبربلی، ابویعقوب یوسف بن یخلف الکومی، موسیٰ ابو عمران سدرانی، صالح الخزار، عبداللہ خیاط

کتب و رسائل:۔ محی الدین ابن عربیؒ تمام عمر تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول رہے۔ آپ نے ۶۳۲ھ میں دمشق کے کیکاؤس اول کے نام مکتوب میں اپنی تالیفات دو سو چالیس بیان کی ہیں۔ دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار نے ان کی تعداد ۲۵۱ بتائی ہے۔ عبدالوہاب شعرانی نے ان کی تصانیف کی تعداد چار سو اور چار سو دس کے درمیان لکھی ہے۔ البرھان الازھر فی مناقب الشیخ الاکبر کے مصنف محمد رحب حلمی نے ۲۸۴ کتب کی فہرست درج کی ہے۔ عبدالرحمان جامی نے ان کی تعداد پانچ سو سے متجاوز قرار دی ہے۔ اسماعیل پاشا بغدادی نے ان کی چار سو چھہتر کتابوں اور رسالوں کے نام لکھے ہیں۔ کورکیس عواد نے پانچ سو ستائیس کتابوں کے ناموں تک رسائی حاصل کی ہے۔ عثمان یحییٰ نے اپنی تحقیقات کی بنا پر آٹھ سو اڑتالیس کتابوں اور رسالوں کا نام لیا ہے۔ ڈاکٹر محسن جہانگیری نے اپنی تالیف محی الدین ابن عربیؒ حیات و آثار میں پانچ سو گیارہ کتب و رسائل کے نام درج کئے ہیں۔ بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ تصنیف و تالیف کے میدان میں ابن عربیؒ نے ان تھک محنت کی ہے۔ اردو دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ آپ کی ستائیس مطبوعہ کتب دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں سے مشہور کتب کے نام درج ذیل ہیں۔

مواقع النجوم و مطالع اہلہ الاسرار والعلوم، الاربعون صحیفہ من الاحادیث القدسیہ، الامرالمحکم المربوط فی مایلزم اہل الطریق، انشاء الدوائر، الانوار فی مایمنح لصاحب الخلوۃ من الاسرار، تابع الرسائل و منہاج الوسائل، تفسیر القرآن الکریم، الفتوحات المکیہ فی معرفتہ الاسرار المالکیہ الملکیہ، فصوص الحکم، مفاتیح الغیب، آخری تین کتابیں بہت مشہور ہیں۔

ابن عربی کا بلند مقام:۔ ابن عربیؒ کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر محسن جہانگریری لکھتے ہیں۔

”ابن عربی کے نفیس و دلپذیر علمی وجود، روحانیت اور معنویت میں ان کی امتیازی شان اور انکی مختلف النوع متبحر شخصیت نے اہل علم و معرفت کی اک بڑی تعداد کو سارے عالم اسلام سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ان میں علم و حکمت کی بعض ممتاز ہستیاں بھی تھیں جو بڑی جدوجہد اور محنت شاقہ سے انکی تالیفات کے مطالعہ اور ان کے افکار و عقائد پہ تنقید میں جت گئیں جب ایسے افراد ان کے علوم کی اتھاہ گہرائی اور ان کی اطلاعات کو پاگئے تو ان کے سامنے بڑے ادب و نیاز سے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور متفق الرائے اور یک زبان ہو کر بڑے شائستہ انداز میں علم و فضل میں ان کے بلند

مقام و مرتبہ کی تعریف میں رطب اللسان ہو گئے۔" (محی الدین ابن عربی حیات و آثار صفحہ:۵۱۳)

حضرت ابن عربیؒ صاحب کشف و الہام بزرگ:۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ صاحب رؤیا کشوف بزرگ تھے۔ آپ کے بہت سے کشوف شائع شدہ موجود ہیں۔ آپ کا ایک اہم کشف جو کہ انہوں نے فتوحات مکیہ کے دیباچے میں لکھا ہے یہ ہے:۔

"ایک روز جب وہ طواف کعبہ میں مصروف تھے تو انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ جو اپنی ہیئت کے لحاظ سے اس دنیا کی مخلوق معلوم نہ ہوتا تھا وہ بھی طواف میں مصروف تھا۔ اس نے ابن عربی کو ایک غیر مانوس نام سے مخاطب کیا جب انہوں نے بتایا کہ میرا نام یہ نہیں ہے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تم کس آدم کی اولاد ہو۔ ابن عربی نے جواب دیا کہ آدم تو ایک ہی ہے اس نے کہا تم غالباً آخری آدم کی اولاد سے معلوم ہوتے ہو۔ اس آدم سے پہلے ہزاروں آدم پیدا ہو چکے ہیں۔ اس بیرونی دنیا کی مخلوق نے ابن عربی کو کعبہ کے اندر لے جا کر بہت سے اسرار و رموز سمجھائے اور خود کو اپنی اصلی شکل میں ظاہر کیا وہ جس گھوڑے پر سوار تھا اس کی تین ٹانگیں تھیں۔ اس نے ابن عربی کو "حقیقت اشیا" کا علم سکھایا اور رخصت ہو گیا۔" (ابن عربی: ص:۱۵-۱۶: شائع کردہ: فیروز سنز لاہور: از ابو جاوید نیازی)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بھی مندرجہ بالا کشف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۷۵

حضرت محی الدین عربیؒ صاحب کشف و الہام بزرگ تھے اور آپ کشف و الہام کو حجت سمجھتے تھے بلکہ دلائل پر انہیں فضیلت دیتے تھے۔ ڈاکٹر محسن جہانگیری لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی معرفت کے ضمن میں ابن عربی بھی دیگر صوفیہ اور عرفاء کی طرح کشف و مشاہدہ کے راستے کو دلیل و برہان کی راہ پر فضیلت دیتے ہیں اور علم مکاشفہ و بدیہی اور ناقابل شبہ سمجھتے ہیں۔"

(محی الدین ابن عربی حیات و آثار صفحہ ۲۳۴)

حضرت ابن عربیؒ کی چند پیشگوئیوں کا تذکرہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات میں:۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے کشوف و رؤیا کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے علم پاکر متعدد پیشگوئیاں فرمائیں جو پوری ہو چکی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہاں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ پیشگوئی ایک دور دراز زمانہ سے چلی آتی ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تا دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہوجائے اور اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فص شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی فص آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سرٌ لابیہٖ کا مصداق سمجھ کر اسی کے فص میں اس کو لکھ دیا ہے ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دی اور وہ یہ ہے۔

"وعلی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من هذا النوع الانسانی وهو حامل اسراره- ولیس بعده ولد فی هذا النوع فهو خاتم الاولاد- وتولد معه اخت له فتخرج قبله ویخرج بعدها یکون راسه عندر جلیها- ویکون مولده بالصین ولغته لغت بلده- ویسری العقم فی الرجال والنساء فیکثر النکاح من غیر ولاده- ویدعوهم الی الله فلا یجاب"

یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے اور اس کو وہ علوم اور اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنی ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔ اور اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ اس کے بعد نکلے گا اور اس کا سر اس دختر کے پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔ یعنی دختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر اور اس کے پیروں کے بعد بلا توقف اس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی) اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رکیں گے مگر کوئی صالح بندہ نہیں ہوگا اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا۔ مگر وہ قبول نہیں کریں گے اور اس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے۔ پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اس کے پیدا ہوئی۔ پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اول اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے۔ اس لئے اس نے ابتدا سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری پسر اول سے مشابہت رکھے۔ پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیشگوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا اور پیشگوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اس کے بعد یعنی اس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علتِ عقم سرایت کریگی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام۔ پس ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(تریاق القلوب صفحہ ۳۵۴'۳۵۵ زیر پیشگوئی ۷۵: روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۸۲'۴۸۳)

مذکورہ بالا پیشگوئی کا ذکر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل کتب میں بھی فرمایا۔

تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۵' حقیقۃ الوحی روحانی خزائن ۲۲ صفحہ ۲۰۹' چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۰'۳۳۱

مہدی موعود کی تکفیر کے متعلق حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میرے مقابل پر جو میرے مخالف مسلمان مجھے گالیاں دیتے ہیں اور مجھے کافر کہتے ہیں یہ بھی میرے لئے ایک نشان ہے کیونکہ انہیں کی کتابوں میں یہ اب تک موجود ہے کہ مہدی معہود جب ظاہر ہوگا تو اس کو لوگ کافر کہیں گے اور اس کو ترک کردیں گے اور قریب ہوگا کہ علماء اسلام اس کو قتل کردیں۔ چنانچہ ایک جگہ مجدد الف ثانی صاحبؒ بھی یہی لکھتے ہیں اور شیخ محی الدین ابن العربی صاحب نے بھی ایک مقام میں یہی لکھا ہے۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۴)

ایک شخص نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کے کلمات میں کفر کی کوئی وجہ نہیں پھر آپ کی تکفیر کیوں کی جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:۔

"مجدد صاحب اور نواب صدیق حسن خان صاحب کہتے ہیں کہ جب وہ (مسیح موعود) آئے گا تو علماء مخالفت کریں گے اور محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ جب وہ آئے گا تو ایک شخص اٹھ کر کہے گا کہ ان ھذا الرجل غیر دیننا" (ملفوظات جلد سوم صفحہ: ۸۹)

ابن عربیؒ کی مخالفت و تکفیر:۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی تمام عمر دین حق کی خدمت میں صرف کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب صافی کو سچے رؤیا و کشوف اور الہامات سے سرفراز فرمایا۔ افسوس کہ آپ بھی دیگر اہل اللہ بزرگوں کی طرح علماء کی مخالفت سے بچ نہ سکے۔ ایک انسان ہونے کے ناطے غلطیاں ہو سکتی ہیں "المجتھد یخطی ویصیب" مجتہد کبھی غلطی بھی کر جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ دیانتداری کے ساتھ فیصلے میں غلطی کرنے والا بھی ایک اجر ضرور پالیتا ہے۔ مگر اس وجہ سے فتاویٰ تکفیر کی بھرمار اور قید و بند میں ڈلوانا ظلم عظیم ہے۔ اور حضرت ابن عربیؒ کو بھی ان حالات میں سے گزرنا پڑا۔ چنانچہ آپ کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

"کچھ اہلسنّت نے انہیں شیعہ خیال کیا اور ان کی مذمت میں اس طرح کے جملے کہے کہ "ھو شیعی سوء کذاب" یعنی وہ کذاب اور بدترین اور شیعی مسلک رکھنے والے تھے۔" (محی الدین ابن عربی حیات و آثار صفحہ ۴۵۱)

ابن عربیؒ کے متعلق بعض لوگوں کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محسن جہانگیری لکھتے ہیں:۔

"چند اساطین علم و حکمت اور اسلامی علوم کے ماہرین نے ان پر یہ الزام بھی رکھا ہے کہ ابن عربی ادیان و شرائع کے منکر ہیں اور حق و خلق کو ایک جانتے ہیں لہٰذا ان کے کفرو الحاد کا فتویٰ بھی دیا گیا۔"

(محی الدین ابن عربی حیات و آثار صفحہ ۲۷۷)

علماء کی طرف سے مخالفت:۔

علماء کی طرف سے مخالفت اور قید و بند کی کوششیں ہوئیں چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

ابن عربیؒ ۶۰۳ھ (۱۲۰۶ء) کو عراق سے نکل کر دوبارہ مصر تشریف لے گئے تو اس وقت علماء کے طرز عمل کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محسن جہانگیری لکھتے ہیں:۔

"ان دنوں میں ابن عربیؒ اس طرح کی کرامات و خوارق کے افشاء اور اسرار و رموز طریقت کو کھول کے بے دھڑک بیان کر رہے تھے اور ظواہر شریعت اور عقائد عوام کی برملا مخالفت کرتے تھے۔ بنابریں فقہانے سختی سے ان کی مخالفت کی' ان کی تکفیر کی' انہیں بدعتی کہا اور سلطان وقت سے انہیں قید بلکہ قتل کرنے کی درخواست کی۔ تاہم ان کے شفیق ساتھی شیخ ابوالحسن البجائی کی پامردی کی وجہ سے انہیں جیل سے رہائی ملی۔" (محی الدین ابن عربی صفحہ ۱۷)

ڈاکٹر محسن جہانگیری حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے بارے میں بعض لوگوں کے سخت رویہ اور اس کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بعض دوسرے ان کو بے ایمان' بے دین' فاسق و فاجر' کافر و ملعون' تمام کتب آسمانی اور رسولوں کو جھٹلانے والا' بد اور بد کردار شیخ اور کاذب اور دروغ گو سمجھتے تھے چونکہ وہ ان کے اقوال اور افکار کو دین شرح محمدیؐ کے ظاہر سے ہم آہنگ نہ پاتے تھے یا دوسرے سادہ اور آسان فہم الفاظ میں دین و شریعت کے اس مفہوم کے موافق و مطابق نہ پاتے تھے جو ان کے اپنے ذہنوں میں تھا۔ اس لئے وہ ان کی رسوائی اور لعنت ملامت پہ اتر آئے۔"

(محی الدین ابن عربی صفحہ: ۵۱۳' ۵۱۴)

وفات و مدفن:۔

ابن عربیؒ آخر عمر تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ انکی وفات ربیع الاول کی اٹھائیسویں تاریخ اور جمعہ کی رات ۶۳۸ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۲۴۰ء کو ۸۰ برس کی عمر میں بمقام دمشق قاضی محی الدین محمد ملقب بہ ذکی الدین کے گھر پر ہوئی۔ آپ کو شہر دمشق کے شمال میں کوہ قاسیون کے دامن میں قریہ صالحیہ کے مقام پر محی الدین محمد الذکی مذکور کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ سلاطین آل عثمان میں سے جب سلطان سلیم خان شام آیا تو اس نے آپ کے مزار کے پاس ایک مسجد اور مدرسہ بنوایا اور اس کے لئے بہت سے اوقاف مقرر کئے۔

ابن عربیؒ کے بعض عقائد کا تذکرہ:۔

ابن عربیؒ کے عقائد کا ذکر کرتے ہوئے اردو دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

"وہ بنیادی اصول جس پر ابن عربی کے سارے متصوفانہ فلسفے کا دارومدار ہے عقیدہ وحدت الوجود ہے۔ یہ عقیدہ مجمل طور پر ان چند الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ "بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور جو خود ان کا جوہر اصلی (اعیانھا) ہے" (فتوحات: ۲:۲۷: صفحہ ۶۰۴: اردو دائرۃ المعارف جلد اول صفحہ ۶۰۹)

عقیدہ وحدت الوجود سے مراد یہ ہے کہ خالق اور مخلوق ایک ہیں خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اشیاء کو پیدا کیا اور وہ خود ان اشیاء کا عین ہے یعنی خدا ہر چیز ہے اور ہر چیز خدا ہے۔ اسے عقیدہ "ہمہ اوست" بھی کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ کسی صورت درست نہیں ہے۔ اسکے بالمقابل ایک اور فرقہ ہے جو وحدت شہود کے قائل ہیں۔ ان کا عقیدہ قرآن کیمطابق ہے۔

نوٹ:۔ وحدت الوجود و شہود کی تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔ ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵ و ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۷۔ علاوہ ازیں حضرت اقدس نے اپنی کتب اور ملفوظات میں حضرت ابن عربیؒ کا کئی زیر بحث مسائل میں ذکر فرمایا ہے۔

وحی و نبوت کے متعلق حضرت ابن عربیؒ نقطہ نظر:۔

وحی و الہام کے متعلق ابن عربیؒ کا عقیدہ یہ تھا کہ:۔

"نہ صرف نبوت غیر تشریعی رسول اللہ ﷺ کے بعد جاری رہے گی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اولیاء کو بھی الہام ہوتا رہے گا۔" (ابن عربی صفحہ ۵۷)

نبوت و رسالت کے متعلق حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا عقیدہ ڈاکٹر محسن جہانگیری نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

"وہ نبوت عامہ، اس کے منقطع نہ ہونے اور تا قیامت اس کے دوام کے قائل تھے لیکن اس کے ساتھ وہ نبوتِ خاصہ اور رسالت کے منقطع ہونے اور اس کے دَور کو ہمارے نبی کریم ﷺ کے دورِ رسالت پہ انجام پذیر سمجھتے تھے۔" (محی الدین ابن عربی حیات و آثار: صفحہ ۵۷۳)

"ابن عربی" شائع کردہ فیروز سنز لاہور میں آپ کا عقیدہ بایں الفاظ درج کیا گیا ہے۔

ابن عربیؒ نے نبوت کو دو اقسام میں تقسیم کیا تھا۔ نبوت تشریعی اور نبوت غیر تشریعی۔ ان کے خیال میں نبوت تشریعی محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی لیکن نبوت غیر تشریعی جاری ہے اور جاری رہے گی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اسی نبوت کو ظلی نبوت کہتے ہیں۔" (صفحہ ۳۸)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ وحی و نبوت کے متعلق حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے عقیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ختم نبوت پر محی الدین ابن عربیؒ کا یہی مذہب ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہو چکی ورنہ انکے نزدیک مکالمہ الٰہی اور نبوت میں کوئی فرق نہیں ہے۔" (ملفوظات جلد سوم: صفحہ ۵۲)

نیز فرمایا:۔

"محی الدین ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا اپنا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ صرف آنحضرت ﷺ کے انعکاس سے جو نبوت ہے وہ جائز ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۵۴ حاشیہ)

اس سلسلہ میں مزید ملاحظہ فرمائیں۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۸۹

عذاب جہنم کے متعلق عقیدہ:۔

عذاب جہنم کے متعلق حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بالآخر ختم ہو جائے گا۔ ڈاکٹر محسن جہانگیری صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عذاب جہنم کے متعلق ابن عربیؒ کے متعلق ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ آخر کار تمام خطا کاروں اور گناھگاروں حتی کہ ملحدوں اور کافروں کو بھی نجات یافتہ اور بخشا ہوا سمجھتے ہیں اور اس امر کے قائل ہیں کہ عذاب بمعنی دکھ درد یا شکنجہ کے ہے تو یہ کفار سے بھی منقطع ہو جائے گا۔" (محی الدین ابن عربی حیات و آثار صفحہ ۵۷۰)

احادیث کے متعلق ابن عربیؒ کا عقیدہ:۔

احادیث کے متعلق حضرت ابن عربیؒ کی رائے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے بطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلعم سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے وہ مسئلہ جس کی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو بتا دیتے ہیں۔ یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بہ نزول جبرئیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم ﷺ سے احادیث کی تصحیح کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت کے قول سے بذریعہ کشف کے صحیح ہو جاتی ہیں...... اور فتوحات مکیہ میں ابن عربیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور علوم لدنیہ اور اسرار و معارف انبیاء و اولیاء سے مخصوص ہیں اور جنید بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انہوں

نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے اور بایزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مُردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدا تعالیٰ ہے..... (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۷۷ '۷۸ : روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۷۷ '۱۷۸)

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ابن عربیؒ کا عقیدہ:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"محی الدین ابن العربی صاحب اپنی ایک کتاب میں جو ان کی آخری کتاب ہے لکھتے ہیں کہ عیسیٰ تو آئے گا مگر بروزی طور پر یعنی کوئی اور شخص اس امت کا عیسیٰ کی صفت پر آجائے گا....... اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن العربی صاحب نے آخر عمر میں اپنے پہلے اقوال سے رجوع کر لیا تھا اس لئے ان کا آخری بیان پہلے بیان سے متناقض ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۹۱ 'صفحہ ۲۹۲)

آپ ابتداء میں مسیحؑ کے اصالتاً آنے کے قائل تھے مگر بعد میں اپنی تفسیر القرآن میں فرمایا:۔

"وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر"

(تفسیر القرآن الکریم جلد اول زیر آیت وان من اھل الکتاب..... الخ)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں نزول کسی دوسرے وجود کے ذریعہ ہو گا یعنی بروزی طور پر ہو گا۔

نوٹ:۔ اس مضمون کیلئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

ا۔ اردو دائرۃ المعارف جلد اول زیر لفظ ابن عربی '۲۔ محی الدین ابن عربی حیات و آثار مصنفہ ڈاکٹر محسن جہانگیری ترجمہ احمد جاوید 'سہیل عمر طبع اول ۱۹۸۹ء: شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور '۳۔ ابن عربی مصنفہ ابو جاوید نیازی شائع کردہ فیروز سنز لاہور '۴۔ تفسیر القرآن الکریم المجلد الاول مطبوعہ بیروت

بقیہ (ایمان افروز [illegible] روایات)

سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۱۸)

خدا کرے کہ ہم اہلی زندگی کی ایسی ہی مثالی معاشرت ' ہمیشہ قائم کرنے کی توفیق پاتے رہیں۔ آمین

نتیجہ امتحان انصار اللہ سہ ماہی اول ۱۹۹۷ء

مجلس انصار اللہ پاکستان کے مرکزی امتحان سہ ماہی اول ۱۹۹۷ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۴۴ اضلاع کی ۲۴۹ مجالس کے ۲۵۴۱ انصار نے شرکت کی۔ مندرجہ ذیل انصار نے نمایاں پوزیشن حاصل کی۔

اول :۔ مکرم قریشی فصیح الدین احمد صاحب نارتھ کراچی، دوم: مکرم محمود مجیب اصغر صاحب مظفر گڑھ

سوم: مکرم عزیز احمد صاحب طاہر ٹوبہ ٹیک سنگھ

جن انصار نے اس امتحان میں خصوصی گریڈ کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی ان کے اسمائے گرامی بغرض دعا تحریر کئے جاتے ہیں۔

مبارک احمد خان صاحب دار النصر شرقی، میجر ریٹائرڈ سعید احمد صاحب رحمت غربی، میر عبد الباسط صاحب یمن غربی، شیخ محمد صدیق صاحب، عبد الرشید خان صاحب، ماسٹر بشارت احمد صاحب علوم وسطی، رشید احمد ارشد صاحب نصیر آباد عزیز، خواجہ برکات احمد صاحب ناصر آباد شرقی، بشیر احمد صاحب، مبارک احمد طاہر صاحب دار البرکات، صادق محمد صاحب فیکٹری ایریا، فضل الٰہی ملک صاحب ناصر آباد شرقی، ڈاکٹر فیض اللہ خان صاحب علوم غربی، چوہدری لطیف احمد صاحب، رفیع احمد طاہر صاحب، محفوظ الرحمن صاحب، عبد الرشید صاحب صدر شمالی، میاں محمد صدیق صاحب، چوہدری برکت علی صاحب، محمد شریف ننگلی صاحب نصر غربی، منیر احمد صاحب عابد، مولوی احسان الٰہی صاحب، ملک بشیر احمد صاحب، عبد الرشید ارشد صاحب، فضل احمد ریحان صاحب، عنایت اللہ خالد صاحب، جاوید احمد جاوید صاحب دار العلوم شرقی ربوہ، محمد لئیق سڈل صاحب رحمت وسطی، نصر اللہ خان صاحب ناصر صدر شرقی، محمد سعید انصاری صاحب، رانا محمود احمد شاہد صاحب، سلطان احمد شاہد صاحب، ملک جمیل الرحمن رفیق صاحب، عبد الرشید رازی صاحب، مرزا نصیر احمد چٹھی مسیح صاحب، مکرم نصیر احمد شاد صاحب کوارٹرز تحریک جدید ربوہ، عبد الستار مانگٹ صاحب رحمت شرقی، ماسٹر بشارت احمد صاحب دار العلوم وسطی ربوہ، عبد الغنی صاحب رحمت وسطی، عبد الماجد صاحب گولبازار ربوہ، ماسٹر محمد رفیق صاحب ڈنڈ پور، محمد نسیم حکیم صاحب گھنوکے ججہ، مسعود احمد لون صاحب چونڈہ صوبیدار دین محمد صاحب سیالکوٹ، حکیم محمد افضل فاروقی صاحب، قریشی محمد اشرف شاکر صاحب اوچ شریف، شیخ محمد ارشاد صاحب رحمان پورہ لاہور، رانا عبد الکریم صاحب، عبد الجلیل قریشی صاحب، شیخ مامون احمد صاحب، محمد اکرم صاحب ورک، چوہدری مبارک احمد صاحب شاہد، عبد العزیز منگلا صاحب بیت التوحید لاہور، پروفیسر محمد رشید طارق خان صاحب، محمد سلیم اختر صاحب دہلی گیٹ لاہور، سعید احمد نعیم صاحب سلطان پورہ لاہور، محمد سعید اشرف صاحب، چوہدری ناصر احمد صاحب مغلپورہ لاہور، عبد اللہ خان صاحب گلشن پارک لاہور، میاں محمد ظفر اللہ صاحب علامہ اقبال ٹاؤن، حمید اللہ مبارک فیکٹری ایریا لاہور، قریشی محمود احمد صاحب سمن آباد لاہور، چوہدری ناصر احمد گوندل صاحب، ظاہر احمد ہاشمی صاحب النور کراچی، سید محمود احمد شاہ بخاری گلشن اقبال کراچی، عبد الباری قیوم شاہد صاحب مارٹن روڈ کراچی، عبد الحمید صاحب ارشد عزیز آباد کراچی، نعیم احمد خان صاحب کلفٹن کراچی، مسعود احمد ظفر صاحب، سید محمد میاں سلیم صاحب عزیز آباد کراچی، مرزا رفیق احمد صاحب لالہ رخ واہ کینٹ، منیر احمد حمید صاحب، احمد بخش خان صاحب ڈیرہ غازیخان، میاں محمد احمد خان صاحب چک ۱۶۶ مراد ضلع بہاولنگر، رائے منیب احمد شیخوپورہ شہر، محمد یعقوب منڈی مرید کے، سلطان احمد صاحب، محمد دین انور صاحب، سٹلائیٹ ٹاؤن سرگودھا، ایم غلام نبی صاحب غوطہ فتح گڑھ ضلع نارووال، ڈاکٹر مورانی نثار احمد راٹھور نوکوٹ سندھ، ڈاکٹر سید محمد محسن ہاشمی صاحب، حافظ محمد اکرم حفیظ صاحب، کریم نگر فیصل آباد، لیاقت علی صاحب، دار النور فیصل آباد، چوہدری احمد دین صاحب، محمد ادریس صاحب، میاں غلام احمد صاحب دار الذکر فیصل آباد، مظفر احمد ابڑو صاحب، محمد سرور ابڑو انور آباد لاڑکانہ، چوہدری محمد شفیع سلیم صاحب کھاریاں ضلع گجرات، عبد الرشید صاحب اعوان بہاولپور شہر، چوہدری غلام احمد صاحب ایل پلاٹ اوکاڑہ، مقبول احمد چوہدری صاحب بہاولنگر شہر۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام شرکاء امتحان کو علم و فضل میں ترقی کرنے اور اپنی رضا کی راہوں پر آگے بڑھنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ (قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان)

Monthly **ANSARULLAH** Rabwah

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL-92 JULY 1997

تقویٰ حاصل کرنے کا طریق

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اخلاص اور محبت سے کسی کو نصیحت کرنی بہت مشکل ہے لیکن بعض وقت نصیحت کرنے میں بھی ایک پوشیدہ بغض اور کبر ملا ہوا ہوتا ہے اگر خالص محبت سے وہ نصیحت کرتے ہوتے تو خدا تعالیٰ ان کو اس آیت کے نیچے نہ لاتا۔ بڑا سعید وہ ہے جو اول اپنے عیوب کو دیکھے۔ ان کا پتہ اس وقت لگتا ہے جب ہمیشہ امتحان لیتا رہے۔ یاد رکھو کہ کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک خدا اسے پاک نہ کرے۔ جب تک اتنی دعا نہ کرے کہ مرجاوے تب تک سچی تقویٰ حاصل نہیں ہوتی۔ اس کے لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہئے۔ اب سوال ہو سکتا ہے کہ اسے کیسے طلب کرنا چاہئے تو اس کے لئے تدبیر سے کام لینا ضروری ہے جیسے ایک کھڑکی سے اگر بدبو آتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ یا اس کھڑکی کو بند کرے یا بدبودار شئے کو اٹھا کر دور پھینک دے۔ پس کوئی اگر تقویٰ چاہتا ہے اور اس کے لیے تدبیر سے کام نہیں لیتا تو وہ بھی گستاخ ہے کہ خدا کے عطا کردہ قویٰ کو بیکار چھوڑتا ہے۔ ہر ایک عطاء الٰہی کو اپنے محل پر صرف کرنا اس کا نام تدبیر ہے جو ہر ایک...... کا فرض ہے۔ ہاں جو نری تدبیر پر بھروسہ کرتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور اسی بلا میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں یورپ ہے۔ تدبیر اور دعا دونو کا پورا حق ادا کرنا چاہئے۔ تدبیر کر کے سوچے اور غور کرے کہ میں کیا شے ہوں۔ فضل ہمیشہ خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ہزار تدبیر کرو ہرگز کام نہ آوے گی جب تک آنسو نہ بہیں۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے۔ جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں۔ نماز کی ظاہری صورت پر اکتفا کرنا نادانی ہے۔ اکثر لوگ رسمی نماز ادا کرتے ہیں اور بہت جلدی کرتے ہیں جیسے ایک ناواجب ٹیکس لگا ہوا ہے۔ جلدی گلے سے اتر جاوے۔ بعض لوگ نماز تو جلدی پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے بعد دعا اس قدر لمبی مانگتے ہیں کہ نماز کے وقت سے دگنا تگنا وقت لے لیتے ہیں حالانکہ نماز تو خود دعا ہے جس کو یہ نصیب نہیں ہے کہ نماز میں دعا کرے اس کی نماز ہی نہیں۔ چاہئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی کے لذیذ اور مزیدار کر لو ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۹۱ نیا ایڈیشن)